بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکیم الامت
حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
کی مشہور

تفسیر بیان القرآن

کی تسہیل اور اختصار بنام

تفسیر فہم قرآن

(پارہ ۵)

تالیف

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد (ایم بی بی ایس)
مفتی جامعہ مدنیہ لاہور

مجلس نشریات قرآن
ا۔ کے۔ ۳ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر ا
کراچی 74600

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۗ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۗ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

ترجمہ: اور خاوند والی عورتیں مگر جن کے مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ۔ لازم کرنا ہے اللہ کا تم پر۔ اور حلال کی گئیں تمہارے لئے وہ جو ہیں سوا ان کے کہ تم طلب کرو (ان کو) اپنے مالوں کے بدلے اس حال میں کہ تم قید نکاح میں لانے والے ہو نہ کہ مستی نکالنے والے پھر جو نفع اٹھایا تم نے ان عورتوں سے تو دو ان کے ان کے حق مقرر کئے ہوئے اور نہیں گناہ تم پر اس میں آپس میں تم رضا مندی کر لو جس پر بعد مقرر کرنے کے۔ بے شک اللہ ہے خبردار حکمت والا۔

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے

پہلی قسم: سوتیلی ماں

تفسیر: (اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ) یا دادا یا نانا یعنی تمہارے اصول (نے نکاح کیا ہو مگر) خیر اب سے پہلے جو بات گذر گئی گذر گئی اس پر گناہ معاف ہے لیکن ایسا جو نکاح ہوا ہے وہ باقی نہ رکھا جائے گا اور آئندہ پھر کبھی ایسا نہ ہو (بیشک یہ) بات عقلاً بھی (بڑی بے حیائی ہے اور) سلیم طبیعت والوں کے نزدیک بھی (نہایت نفرت کی بات ہے اور) شرعاً بھی (بہت برا طریقہ ہے۔

دوسری قسم: نسب سے حرام عورتیں

(تم پر) نسب سے متعلق یہ سات قسم کی عورتیں بھی (حرام کی گئی ہیں) یعنی (تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں) ماں کے حکم میں دادی، نانی اوپر تک سب داخل ہیں۔ ایسے ہی بیٹی میں پوتی اور نواسی نیچے تک سب داخل ہیں اور بہن میں عینی یعنی سگی، علاتی یعنی باپ شریک اور اخیافی یعنی ماں شریک اور پھوپھی میں باپ دادا اور اوپر تک کی پشتوں کی بہن سگی ہو یا سوتیلی سب آ گئیں اور خالہ میں ماں، نانی اور نانی کی نانی سب کی بہن خواہ سگی ہو یا علاتی ہو یا اخیافی داخل ہے اور بھتیجی میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد اور اولاد کی اولاد سب داخل

ہیں اور بھانجی میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد اور اولاد کی اولاد داخل ہیں۔

تیسری قسم: رضاعت سے حرام عورتیں

(اور) یہ دو ہیں یعنی (تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے) یعنی انا (اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے بہن ہیں) یعنی تم نے ان کی حقیقی یا رضاعی ماں کا دودھ پیا ہے، یا اس نے تمہاری حقیقی یا رضاعی ماں کا دودھ پیا ہے، گو مختلف وقت میں پیا ہو۔

فائدہ: ان رضاعی رشتوں کا اور نسبی رشتوں کا جب ایک ہی حکم بتایا تو معلوم ہوا کہ دیگر رشتے جو نسب میں بیان ہوئے وہ بھی رضاعت میں حرام ہیں یعنی رضاعی بیٹی اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی بھی حرام ہیں۔ چنانچہ حدیثوں میں یہ حکم موجود ہے۔

چوتھی قسم: رشتہ نکاح کی وجہ سے حرام عورتیں

ان کی پھر دو قسمیں ہیں

1- جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح ناجائز ہے۔

(اور) وہ یہ تین ہیں یعنی (تمہاری بیویوں کی مائیں) اس میں زوجہ کے سب مونث اصول آ گئے (اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں) اس میں زوجہ کے سب مونث فروع آ گئے (جو کہ عام طور سے تمہاری پرورش میں رہتی ہیں) مگر اس میں ایک قید بھی ہے، وہ یہ کہ وہ لڑکیاں (ان بیویوں سے) ہوں (کہ جن کے ساتھ تم نے صحبت کی ہو) یعنی کسی عورت کے ساتھ صرف نکاح کرنے سے اس کی لڑکی حرام نہیں ہوتی بلکہ جب اس عورت سے صحبت بھی ہو جائے تب لڑکی حرام ہوتی ہے (اور اگر ابھی تک تم نے ان بیویوں سے صحبت نہ کی ہو) گو نکاح ہو چکا ہو (تو) ایسی بیوی سے جدائی کے بعد اس کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے میں (تم کو کوئی گناہ نہیں اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں) بھی حرام ہیں (جو کہ تمہاری نسل سے ہوں) اس میں سب مذکر فروع یعنی نیچے تک کے پوتوں اور نواسوں کی بیویاں آ گئیں، اور نسل کی قید کا مطلب یہ ہے کہ منہ بولے یعنی لے پالک جس کو متبنیٰ کہتے ہیں اس کی بیوی حرام نہیں۔

2- جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح کی ممانعت نہ ہو۔ ان کی پھر مزید دو قسمیں ہیں۔

i- جب تک کوئی عورت تمہارے نکاح میں رہے اس وقت تک اس عورت کی خاص قرابت والی عورتوں سے مثلاً اس کی بہن سے خالہ سے، پھوپھی سے، بھانجی سے اور بھتیجی سے نکاح کی ممانعت رہی۔ جب اس عورت کو طلاق دے دی یا وہ مرگئی تو ان خاص قرابت والی عورتوں سے نکاح درست ہو جائے گا۔

(اور یہ) بھی حرام ہے (کہ تم دو بہنوں کو) خواہ وہ رضاعی ہوں یا نسبی ہوں اپنے نکاح میں (ایک ساتھ رکھو لیکن جو) اس حکم سے (پہلے ہو چکا) اس کا گناہ معاف ہے البتہ اب آگے اکٹھا نہیں رکھ سکتے۔

(بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحمت والے ہیں) کہ رحمت سے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

فائدہ: ا۔ اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ سوکنوں میں عام طور سے محض سوکن ہونے کی وجہ سے آپس میں رنجشیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ دین نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ رحمی رشتوں کے فطری تعلق میں خلل آئے۔اسی وجہ سے زوجہ کی پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی کا بھی یہی حکم ہے۔

ب: ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ پھر اس کے مرنے پر اس کی بہن یا خالہ سے نکاح کر لیا تو چونکہ جنت میں دلوں کی رنجش اور غم سرے سے ہوگا ہی نہیں بلکہ خوشی اور محبت ہی ہوگی اس لئے وہاں ان کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا منع نہیں۔

(ii) جب تک کسی دوسرے کے نکاح یا عدت میں ہو

(اور وہ عورتیں ہیں جو کہ شوہر والیاں ہیں مگر) اس قسم سے وہ مستثنیٰ ہیں (جو کہ) شرعاً تمہاری مملوک ہو جائیں اور اہل کتاب ہوں یا غیر کتابی کافر مسلمان ہو جائیں اور ان کے شوہر حربی ہوں اور دارالحرب میں موجود ہوں تو حدیث کی رو سے تمہاری یہ مملوک عورتیں ایک حیض آ جانے کے بعد یا وضع حمل کے بعد حلال ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا ہے۔ اور ان عورتوں کے سوا اور) باقی (عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں یعنی یہ کہ تم ان کو اپنے مالوں کے ذریعہ سے) یعنی مہر کے ساتھ نکاح میں لانا (چاہو) غرض نکاح میں مہر ہونا ضروری ہے اور (اس طرح کہ تم) ان کو (بیوی بناؤ) جس کی شرطیں شرع میں مشہور ہیں، مثلاً گواہ بھی ہوں، وہ نکاح موقت بھی نہ ہو وغیرہ (صرف مستی ہی نکالنا نہ ہو) اس کے عموم میں زنا اور متعہ سب داخل ہو گیا گو اس میں بھی مال خرچ کیا جاتا ہے (پھر) نکاح ہو جانے کے بعد (جس طریقہ سے) یعنی خلوت صحیحہ سے یا جماع سے (بھی تم ان عورتوں سے منتفع ہوئے ہو سو ان کو) اس کے عوض یعنی (ان کے مہر دو جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں اور) یہ نہ سمجھو کہ اس مقررہ میں کسی طرح کمی بیشی ممکن نہیں بلکہ (مقرر ہونے کے بعد بھی جس) مقدار (پر تم) میاں بیوی (باہم رضا مند ہو جاؤ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں) مثلاً خاوند نے اور مہر بڑھا دیا یا عورت نے خوشی سے کم کر دیا یا خوشی سے پورا معاف ہی کر دیا ہر طرح درست ہے (بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے ہیں) اس لئے تمہاری مصلحتوں کو خوب جانتے ہیں (بڑے حکمت والے ہیں) ان مصلحتوں کی رعایت سے احکام مقرر فرمائے ہیں گو کہیں وہ تمہاری سمجھ میں نہ آئیں۔

فائدہ: 1 یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ مذکور حرام عورتوں کے بعد فرمایا ان عورتوں کے سوا اور باقی عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئیں حالانکہ ان کے علاوہ بھی کچھ حرام عورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ تفسیر میں واضح کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ خود قرآن پاک سے اس عموم کی تخصیص ملتی ہے یعنی

www.askfatwa.com

دوسرے مقام میں چار تک سے ایک وقت میں نکاح کرسکتا ہے اس سے زیادہ سے نہیں اور یہ باقاعدہ ضابطہ ہے کہ قرآن پاک میں مذکور حکم عام کی ایک دفعہ تخصیص ہوگئی ہوتو پھر سنت اور قیاس سے مزید تخصیص ہوسکتی ہے۔ اس لئے باقی محرمات کا ذکر اگرچہ حدیث سے یا اجماع سے یا قیاس سے ثابت ہے لیکن ان سے قرآن پاک کے اس حکم عام کی کہ جس کی ایک دفعہ خود قرآن نے تخصیص کر دی ہے مزید تخصیص ہوسکتی ہے۔

حکم 11: شرعی لونڈیوں سے نکاح کرنا

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ

ترجمہ: اور جو کوئی نہ رکھے تم میں قدرت (اس کی) کہ نکاح کرے آزاد مسلمان عورتوں سے تو (نکاح کر لے) ان سے جن کے مالک بنے تمہارے ہاتھ تمہاری آپس کی مسلمان لونڈیوں سے۔ اور اللہ خوب جانتے ہیں تمہارا ایمان۔ تم آپس میں ایک ہو۔ سو نکاح کرو ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے اور دو ان کو ان کے مہر موافق دستور کے اس حال میں کہ وہ قید نکاح میں لائی جانے والی ہوں نہ مستی نکالنے والی ہوں اور نہ اختیار کرنے والی ہوں چھپے یار۔

تفسیر: (اور جو شخص تم میں پوری قدرت اور گنجائش نہ رکھتا ہو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی تو وہ اپنے آپس) والوں (کی مسلمان لونڈیوں سے جو کہ تم لوگوں کی) شرعاً (مملوکہ ہیں نکاح کر لے) کیونکہ اکثر لونڈیوں کا مہر وغیرہ کم ہوتا ہے اور ان کو غریب کے ساتھ بیاہ دینے میں عار بھی نہیں کرتے (اور) فی ذاتہ لونڈی سے نکاح کرنے کو معیوب نہ سمجھے، کیونکہ دین کی رو سے تو ممکن ہے کہ وہ تم سے بھی افضل ہو جس کی وجہ یہ ہے کہ فضیلت دین کا مدار ایمان ہے اور (تمہارے ایمان کی پوری حالت اللہ ہی کو معلوم ہے) کہ اس میں کون اعلیٰ ہے کون ادنیٰ ہے، کیونکہ اس کا تعلق قلب سے ہوتا ہے جس کی پوری اطلاع اللہ ہی کو ہے۔ اور دنیا کی رو سے عار کی اکثر وجہ ان کو نسب میں گھٹیا سمجھنا ہے تو اس

بارے میں یہ بات یاد رکھو کہ انساب کا جو اصل مبدا ہے یعنی حضرت آدم و حواء علیہما السلام اس میں مشارکت کے اعتبار سے (تم سب آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہو) پھر عار کی کیا وجہ (سو) جب عار نہ ہونے کی وجہ معلوم ہوگئی تو مذکورہ ضرورت کے وقت (ان سے نکاح کرلیا کرو) مگر شرط یہ بھی ہے کہ (ان کے مالکوں کی اجازت سے) ہو (اور ان) کے مالکوں (کو ان کے مہر قاعدہ) شرعیہ (کے موافق دیدیا کرو) اور یہ مہر دینا (اس طور پر) ہو (کہ وہ منکوحہ بنائی جائیں، نہ تو علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی ہوں) یعنی وہ مہر بمقابلہ نکاح ہو زنا کی اجرت کے طور پر دینے سے وہ حلال نہ ہوگی۔

فائدہ: لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے میں دو قیدیں لگائی ہیں ایک یہ کہ ایسی عورت سے نکاح نہ کر سکے جو آزاد بھی ہو اور مسلمان بھی ہو دوسری یہ کہ وہ لونڈی مسلمان ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان دو شرطوں کی رعایت اولی ہے لازم نہیں۔ اگر ان قیدوں کی رعایت کے بغیر لونڈی سے نکاح کرلیا تو نکاح تو ہو جائے گا البتہ کراہت تنزیہی ہوگی۔ نکاح صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ (اور ان عورتوں کے سوا باقی عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئیں) میں مسلمان اور اہل کتاب لونڈیاں بھی شامل ہیں اس لئے وہ حلال ہیں حرام نہیں۔ اس لیے یہاں ان دو قیدوں کے ذکر سے ان کی حرمت بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ جب یہ دو قیدیں پائی جا رہی ہوں تو اس وقت باندی سے نکاح کرنے میں کچھ کراہت نہیں۔ بلا مجبوری کے باندی سے نکاح کرنے میں کراہت تنزیہی کی وجوہات میں سے چند ایک یہ ہیں۔ اول۔ نکاح کے باوجود لونڈی سے مالک کی خدمت ساقط نہیں ہوتی اس لئے وہ مالک کی خدمت کے لئے بازار آنا جانا رکھتی ہے جس سے اس کے کسی بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے۔ دوم چونکہ وہ آزاد نہیں اس لئے اس کو شوہر کے گھر اور مال کا درد نہ ہوگا۔ سوم کسی وقت وہ اس کو اپنے پاس رکھنا چاہے لیکن اسی وقت میں مالک اس سے خدمت لینا چاہے تو ضرور پریشانی ہوگی وغیرہ۔

ربط: اوپر لونڈیوں سے نکاح کرنے کی اجازت کا حکم تھا لیکن جیسے ذکر ہوا لونڈی کو پردے میں رکھنا لازم نہیں اور مالک کی خدمت کی خاطر بازار وغیرہ میں آمد و رفت رکھنے کے باعث اس کے بدکاری میں مبتلا ہونے کا زیادہ اندیشہ ہے اس لئے لونڈیوں کے متعلق زنا کی حد کا حکم ذکر کرتے ہیں۔ موقع کی مناسبت سے ذکر میں لونڈیوں کی تخصیص ہے ورنہ غلاموں کا بھی یہی حکم ہے۔

حکم 12: منکوحہ لونڈیاں اگر بدکاری کریں تو ان کی سزا

فَاِذَآ اُحۡصِنَّ فَاِنۡ اَتَيۡنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيۡهِنَّ
نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ ؕ

ترجمہ: پھر جب وہ قید نکاح میں لائی جاچکیں تو اگر کریں بے حیائی کا کام تو ان پر آدھی سزا ہے اس کی جو آزاد (غیر منکوحہ) عورتوں پر ہے سزا۔

تفسیر: (پھر جب وہ لونڈیاں منکوحہ بنالی جائیں، پھر اگر وہ بڑی بے حیائی کا کام) یعنی زنا (کریں تو) ثبوت کے بعد بشرطیکہ مسلمان ہوں (ان پر اس سزا سے نصف سزا) جاری (ہوگی جو کہ) غیر منکوحہ (آزاد عورتوں پر ہوتی ہے) جیسا کہ نکاح کے قبل بھی لونڈیوں کی یہی سزا تھی اور اسی طرح غلاموں کی بھی۔ وہ سزا یہ ہے کہ ان کو پچاس کوڑے لگائے جائیں گے کیونکہ آزاد کنواری عورت (اور اسی طرح آزاد کنوارے مرد) کو سو کوڑے لگائے جاتے ہیں اور نصف کہنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لونڈی غلام پر رجم نہیں کیونکہ رجم میں اس وقت تک پتھر مارے جاتے ہیں کہ روح نکل جائے اور اس میں نصف ممکن نہیں۔

ربط: آگے پھر لونڈی سے نکاح کے مضمون کی طرف واپس آتے ہیں۔

ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِىَ
الۡعَنَتَ مِنۡكُمۡ ؕ وَاَنۡ تَصۡبِرُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۲۵﴾ ع

ترجمہ: یہ اس کے واسطے ہے جو کوئی ڈرے زنا (میں پڑنے) سے تم میں سے اور تمہارا صبر کرنا بہتر ہے تمہارے لیے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر: (یہ) لونڈیوں سے نکاح کرنا (اس شخص کے لئے) مناسب (ہے جو تم میں) بوجہ غلبہ شہوت اور آزاد منکوحہ میسر نہ ہونے کے (زنا) میں مبتلا ہو جانے (کا اندیشہ رکھتا ہو) اور جس کو یہ اندیشہ نہ ہو اس کے لئے مناسب نہیں کیونکہ اس حالت میں کراہت تنزیہی ہے۔ (اور) اگر اس اندیشہ کی حالت میں بھی اپنے نفس پر قادر ہو تو (تمہارا ضبط کرنا زیادہ بہتر ہے) بہ نسبت لونڈی سے نکاح کرنے کے (اور) یوں (اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے ہیں) اگر صورت کراہت میں بھی نکاح کر لیا، ہم مواخذہ نہیں کریں گے اور (بڑی رحمت والے ہیں) کہ جواز کی گنجائش رکھی ہے حرمت کا حکم نہیں فرمایا۔

فائدہ: غفور کی تفسیر میں جو کہا گیا ہے یہ اس حکم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر مکروہ تنزیہی کا یہی حکم ہے۔

ربط: پچھلی آیتوں میں احکام کی تفصیل ذکر ہوئی۔ آگے آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنا انعام واحسان

بھی بتاتے ہیں اور یہ بھی بتاتے تھے کہ ان احکام کی مشروعیت میں تمہاری ہی منفعتوں اور مصلحتوں کی رعایت رکھی گئی ہے اگرچہ تم اس کی تفصیل کو نہ سمجھو، پھر اس کے ساتھ ہی ان احکام پر عمل کرنے کی ترغیب ہے، اور گمراہوں کے ناپاک ارادوں پر بھی متنبہ کیا گیا کہ یہ لوگ تمہارے بدخواہ ہیں جو تمہیں سیدھے راستہ سے بھٹکانا چاہتے ہیں۔

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ قف وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾

ترجمہ : چاہتا ہے اللہ کہ بیان کرے تمہارے واسطے اور چلائے تم کو راہوں پر ان لوگوں کی جو تم سے پہلے تھے اور توجہ کرے تم پر اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے اور اللہ چاہتا ہے کہ متوجہ ہو تم پر اور چاہتے ہیں وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں خواہشات کی کہ تم کجی اختیار کرو کجی بڑی۔) چاہتا ہے اللہ کہ بوجھ ہلکا کرے تم سے اور پیدا کیا گیا ہے انسان کمزور۔

تفسیر: (اللہ تعالیٰ کو) ان مذکورہ مضامین کے ارشاد فرمانے سے اور اسی طرح دوسرے مضامین سے اپنا کوئی نفع مقصود نہیں کہ یہ محال عقلی ہے بلکہ محض تمہارا نفع اور فائدہ مقصود ہے اس لیے وہ (چاہتا ہے کہ تم سے) تمہاری مصلحت کے احکام (بیان کر دے اور تم سے پہلے لوگوں کے رستوں پر تم کو چلا دے) تاکہ تم حق کی اتباع کرو اور مخالفت سے بچو (اور) اس کے نتیجہ میں وہ (تم پر) رحمت کے ساتھ (توجہ فرمائے) اور تم کو دنیا و آخرت میں سرخروئی عطا فرمائے۔ (اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں) کہ بندوں کی مصلحت جانتے ہیں (بڑے حکمت والے ہیں) کہ کسی وجوب کے بغیر ان مصلحتوں کی رعایت فرماتے ہیں (اور اللہ تعالیٰ کو، تو احکام بیان کرنے سے اور راہ پر چلانے سے (تمہارے حال پر) رحمت کے ساتھ (توجہ فرمانا منظور ہے اور) اس برخلاف (جو لوگ) کفار و فجار میں سے (شہوت پرست ہیں) کہ حرام و حلال کی کوئی تمیز نہیں کرتے (وہ یوں چاہتے ہیں کہ تم) راہ راست سے (بڑی بھاری کجی میں پڑ جاؤ) اور انہی جیسے ہو جاؤ چنانچہ وہ اپنے فاسد خیالات مسلمانوں کے کانوں میں ڈالتے رہتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کو

احکام میں جس طرح تمہاری مصلحت پر نظر ہے اسی طرح تمہاری آسانی پر بھی نظر ہے اسی لئے ارشاد ہے کہ (اللہ تعالیٰ کو) احکام میں (تمہارے ساتھ تخفیف) یعنی آسانی بھی (منظور ہے اور) اس کی وجہ یہ ہے کہ (آدمی) دیگر مکلفین جیسے جنات کی بنسبت بدن اور ہمت دونوں میں (کمزور پیدا کیا گیا ہے) اس لئے اس کے ضعف کے مناسب احکام مقرر فرمائے ہیں، ورنہ محض مصلحت کی رعایت کے اعتبار سے اعمال شاقہ کے تجویز کئے جانے میں بھی مضائقہ نہ تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے دونوں باتوں کا اکٹھے لحاظ فرمایا اور یہ بڑے علم وحکمت اور نیز رحمت وشفقت پر موقوف ہے۔

فائدہ: بڑی بھاری کجی کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ بے باکانہ حرام کا مرتکب ہونا دوسرے یہ کہ حرام کو حلال سمجھنا۔ فاسق تو پہلی صورت کی کوشش کرتے ہوں گے اور کافر دوسری صورت کی جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ بے راہ لوگ دوسروں کو بھی بے راہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہلکی کجی یہ ہے کہ گناہ کو گناہ سمجھے اور اتفاق سے اس کا صدور ہو جائے۔

حکم 13: دوسرے کے مال وجان میں ناجائز تصرف منع ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ
بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَ
لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ
ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ
عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اے ایمان والو نہ کھاؤ مال اپنے (ایک دوسرے کے) آپس میں ناحق طریقے سے مگر یہ کہ ہو تجارت آپس کی رضا مندی سے تمہاری اور نہ قتل کرو اپنے (ایک دوسرے) کو بیشک اللہ ہے تم پر مہربان اور جو کوئی کرے یہ کام تعدی سے اور ظلم سے تو ہم داخل کریں گے اس کو آگ میں اور ہے یہ اللہ پر آسان۔

تفسیر: (اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق) یعنی ناجائز (طور پر مت کھاؤ) اور ناجائز طور پر استعمال مت کرو۔ (لیکن) اگر جائز طور پر ہو مثلاً (کوئی تجارت ہو جو باہمی رضا مندی سے واقع ہو) بشرطیکہ اس میں اور بھی سب شرعی شرائط پوری ہوں تو مضائقہ نہیں یہ تو مالی تصرف

تھا۔آگے جانی تصرف کوفرماتے ہیں (اورتم ایک دوسرے کوقتل بھی مت کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں) اس لئے ضرر رسانی کی صورتوں کومنع فرما دیا بالخصوص جب کہ اس میں یہ اثر ہو کہ جواب میں دوسرا شخص پھرتم کوضرر پہنچائے گا۔تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ تم کو بھی ضرر سے بچالیا (اور) چونکہ ان دونوں باتوں میں سے قتل زیادہ سخت ہے اس لئے اس پر بالخصوص وعید سناتے ہیں کہ (جوشخص ایسا فعل) یعنی قتل (کرے گا اس طور پر کہ حد) شرع (سے گذر جائے) کہ کسی کو ناحق قتل کرے (اور) وہ قتل کرنا بھی رائے یا فعل میں خطا سے نہ ہو بلکہ اس طور پر ہو کہ قصداً (ظلم کرے تو ہم عنقریب) یعنی موت کے بعد (اس کو) دوزخ کی (آگ میں داخل کریں گے اور یہ) یعنی ایسی سزا دینا (خدا تعالیٰ کو) بالکل (آسان ہے) کچھ اہتمام کی حاجت نہیں جس میں اس احتمال کی گنجائش ہو کہ شاید کسی وقت اہتمام نہ ہوسکے تو سزا ٹل جائے گی۔

فائدہ: عدوان کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ جوشخص واقع میں قتل کا مستحق نہ ہواس کوقتل کیا جائے۔ خواہ خطا یا غلط فہمی سے ہواور ظلم کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ جوشخص قتل کا مستحق نہ ہواس کو جان بوجھ کر ناحق قتل کیا جائے۔

ربط: اوپر دوآیتوں میں جن معاصی کا ذکر ہے وہ گناہ کبیرہ ہیں سو یہاں تک ان کے کرنے پر سزا کی وعید تھی۔آگے ان کے نہ کرنے کی ترغیب ہے کہ اگر ان سے بچو گے تو اس میں تمہارا یہ فائدہ بھی ہے کہ صغیرہ گناہوں کا کفارہ تمہاری نیکیوں سے کردیں گے۔اور چونکہ دیگر کبیرہ گناہ بھی مذکورہ کبیرہ گناہوں کی طرح ہیں اس لئے آیت میں لفظ عام لائے ہیں۔

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبٰٓٮِٕرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اگرتم بچتے رہو گے بڑے بڑے گناہوں سے ان کاموں میں سے تم منع کئے جاتے ہو جن سے تو ہم دور کردیں گے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے اور داخل کریں گے تم کو عزت والے مقام میں۔

تفسیر: (جن کاموں سے تم کو) شرع میں (منع کیا جاتا ہے) یعنی گناہ کے کام (ان میں سے جو بھاری کام ہیں) یعنی بڑے بڑے گناہ ہیں (اگرتم ان سے بچتے رہوتو) اس بچنے پر ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارے نیک اعمال کے کرنے سے جب کہ وہ مقبول ہو جائیں (ہم تمہاری خفیف

برائیاں) یعنی چھوٹے چھوٹے گناہ جو کہ دوزخ میں لے جاسکتے ہیں (تم سے دور) یعنی جنت (فرمادیں گے) پس دوزخ سے محفوظ رہو گے (اور ہم تم کو ایک معزز جگہ) یعنی جنت (میں داخل کردیں گے)۔

فائدہ: 1- گناہ کبیرہ کی تعریف میں جامع تر قول یہ ہے کہ جس گناہ پر کوئی وعید ہو یا حد ہو یا اس پر لعنت آئی ہو یا اس جیسے گناہ کے مفسدہ کے برابر کسی گناہ میں مفسدہ ہو یا وہ دین کے احکام کو ہلکا سمجھ کر کیا گیا ہو وہ کبیرہ ہے اور اس کا مقابل صغیرہ ہے۔

2: صغیرہ گناہ ہوجانے کے بعد چند حالتیں ہیں۔

i- یہ حالت کہ کبیرہ سے بچتا ہو اور فرائض و واجبات کا پابند ہو۔ اس حالت میں وعدہ ہے کہ صغائر معاف ہوجائیں گے اور آیت میں یہی صورت مذکور ہے چنانچہ کبیرہ سے بچنے کی شرط تو خود آیت میں ذکر ہے اور فرائض و واجبات کی پابندی پر چند دلائل اور قرائن ہیں۔ ایک دلیل تو خود آیت میں ہے کیونکہ فرائض و واجبات کی پابندی نہ کرنا مثلاً فرض نماز ترک کرنا خود کبیرہ گناہ ہے پس اجتناب عن الکبائر اس صورت میں پورا نہ ہوگا۔ گویا پہلی شرط کو دوسری شرط لازم ہے۔ دوسرا قرینہ یہ آیت ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ کہ حسنات کو برائیوں کے دور کرنے کا ذریعہ بتایا۔ تیسرا قرینہ مسلم کی حدیث اَلصَّلٰوةُ الْخَمْسُ مُكَفِّرَةٌ لِمَا بَيْنَهَا مَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ یعنی پانچ نماز میں صغائر کا کفارہ میں جب تک کبائر سے بچا جائے۔ اس حدیث میں تصریح ہے کہ دونوں باتوں کے مجموعہ کو دخل حاصل ہے۔

تنبیہ: صغائر کی معافی ان دو باتوں کے مجموعہ کا صرف ایک اثر ہے لہذا اگر اس مجموعہ کے وقت صغائر موجود نہ ہوں تو اس کا دوسرا اثر رفع درجات ہے۔

ii- یہ حالت کہ کبیرہ سے نہ بچے گو فرائض و واجبات کی پابندی ہو۔

iii- یہ حالت کہ فرائض و واجبات کی پابندی نہ کرنے کے کبیرہ کا مرتکب ہو گو اور کبائر سے بچتا ہو۔

ان دونوں حالتوں میں چونکہ کبائر سے اجتناب نہ پایا گیا اس لئے ان میں صغائر سے کفارہ کا وعدہ نہیں ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرمادیں تو دوسری بات ہے کیونکہ وہ فضل تو کبیرہ گناہ پر بھی ہوسکتا ہے۔ جب وعدہ نہیں ہے تو ممکن ہے اس پر آخرت میں سزا ہو۔ یہی اہلسنت کا مذہب ہے یعنی صغائر پر عذاب کا احتمال ہے۔

3: تفسیر میں حسنات کے مقبول ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ غیر مقبول تو بمنزلہ عدم کے ہیں اور چونکہ مقبول ہونا جو کہ شرط ہے یقینی نہیں اس لئے کفارہ بھی یقینی نہیں۔ اسی لئے علمائے اہل سنت کا کہنا ہے کہ کبائر سے اجتناب کے باوجود صغائر پر سزا کا احتمال ہے کیونکہ سزا کو دور کرنے والی شرط کا ہونا خود یقینی نہیں ہے۔

www.askfatwa.com

حکم: غیر اختیاری فضائل کی تمنا کرنے سے ممانعت

تمہید کے طور پر جاننا چاہئے کہ فضائل کی دو بڑی قسمیں ہیں کسبی اور وہبی۔

1- کسبی واختیاری فضائل وہ ہیں جو بندہ اپنے کسب اور اپنی سعی سے حاصل کرسکتا ہے مثلاً زیادہ عبادت کر کے یا زیادہ انفاق کر کے یا زیادہ جہاد کر کے زیادہ ثواب اور زیادہ درجے حاصل کرسکتا ہے۔

2- وہبی اور خداداد فضائل کی بھی پھر دو قسمیں ہیں۔

i- جن میں آدمی کے عمل کو کچھ دخل نہیں مثلا مرد ہونا یا مردوں میں کسی کا نبی ہونا۔ ان کی تمنا کرنا فضول بھی ہے اور منع بھی ہے۔

ii- وہ ہیں جو اعمال پر مداومت اور شریعت پر استقامت سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں مثلاً بزرگوں کے باطنی کمالات واحوال۔ بندہ عمل کرنے کے بعد ان کے حصول کے لئے دعا کرسکتا ہے لیکن ان کا حصول بندے کے اختیار میں نہیں۔

ربط: ماقبل کی آیتوں میں میراث کے احکام گذرے ہیں، ان میں یہ بھی بتایا جاچکا ہے کہ میت کے ورثہ میں اگر مرد اور عورت ہو اور میت کی طرف رشتہ کی نسبت ایک ہی طرح کی ہو تو مرد کو عورت کی نسبت دوگنا حصہ ملے گا اسی طرح کے اور فضائل بھی مردوں کے ثابت ہیں، حضرت ام سلمہؓ نے اس پر ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کو آدھی میراث ملتی ہے اور بھی فلاں فلاں فرق ہم میں اور مردوں میں ہیں۔

مقصد اعتراض کرنا نہیں تھا بلکہ ان کی تمنا تھی کہ اگر ہم لوگ بھی مرد ہوتے تو مردوں کے فضائل ہمیں بھی حاصل ہو جاتے۔ اسی طرح بعض عورتوں نے یہ تمنا کی کہ کاش ہم مرد ہوتے تو مردوں کی طرح جہاد میں حصہ لیتے اور جہاد کی فضیلت ہمیں حاصل ہو جاتی۔

ایک عورت نے حضور ﷺ سے عرض کیا مرد کو میراث میں دوگنا حصہ ملتا ہے اور عورت کی شہادت بھی مرد سے نصف ہے تو کیا عبادات واعمال میں بھی ہم کو نصف ہی ثواب ملے گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں دونوں باتوں کا جواب دیا گیا ہے، حضرت ام سلمہؓ کے قول کا جواب ولا تتمنوا سے دیا گیا، اور اس عورت کے قول کا جواب للرجال نصیب سے دیا گیا۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا

مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ

مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۖ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾

ترجمہ: اور مت تمنا کرو وہ جو، بڑائی دی اللہ نے جس میں تمہارے بعض کو بعض پر۔ مردوں کے لئے حصہ ہے اس سے جو انہوں نے عمل کیا اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس سے جو انہوں نے عمل کیا۔ اور مانگو اللہ سے اس کا فضل ۔ بے شک اللہ ہے ہر چیز کو خوب جاننے والا ۔

تفسیر: (اور تم) سب مردوں عورتوں کو حکم ہوتا ہے کہ وہبی یعنی خداداد باتوں میں سے (ایسی کسی بات کی تمنامت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو) مثلاً مردوں کو (بعضوں پر) مثلاً عورتوں پر ان کے کسی عمل کے دخل کے بغیر (فوقیت بخشی ہے) جیسے مرد ہونا یا مردوں کا دو حصہ ہونا یا ان کی شہادت کا کامل ہونا وغیرہ۔ (مردوں کے لئے ان کے اختیاری اعمال) کے ثواب (کا حصہ) آخرت میں (ثابت ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اختیاری اعمال) کے ثواب (کا حصہ) آخرت میں (ثابت ہے) اور اللہ تعالیٰ کے ضابطہ میں نجات کا مدار یہی اختیاری وکسبی اعمال ہیں اور ان میں کسی کی تخصیص نہیں۔ تو اگر دوسروں سے فوقیت حاصل کرنے کا شوق ہے تو اعمال میں جو کہ آدمیوں کے کسب سے ہیں کوشش کر کے دوسروں سے زیادہ ثواب حاصل کرلو۔ ان سے ہٹ کر مخصوص فضائل کی تمنا کرنا فضول ہے (اور) اگر وہبی فضائل میں ایسے فضائل کی رغبت ہے جن میں اعمال کو بھی دخل ہے مثلاً باطنی احوال وکمالات وغیرہ تو مضائقہ نہیں لیکن اس کا طریقہ بھی یہ نہیں کہ خالی تمنائیں کیا کرو بلکہ یہ چاہیے کہ اعمال میں بھی محنت کرو اور (اللہ تعالیٰ سے اس کے) خاص (فضل کی درخواست) یعنی دعا بھی (کیا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں) ہر قسم کے فضائل کو بھی اور اس کو بھی کہ کون کس فضیلت کے لائق ہے۔

فائدہ: 1 بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ کے عموم میں صرف مرد بھی داخل ہیں لہذا کسی مرد کے لئے نبوت وغیرہ کی تمنا بھی اس ممانعت میں داخل ہے۔

2: کسی کو شبہ ہو کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسبی فضائل میں مرد وعورت دونوں مساوی ہیں حالانکہ حدیث میں تصریح ہے کہ عورتوں کی نماز وغیرہ جو کہ کسبی فضائل میں سے ہے ان میں حیض ونفاس کی وجہ سے نقصان وکمی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مساوات اس معنی میں ہے کہ عمل کرنے پر دونوں کو برابر کا ثواب ملتا ہے اور تفاوت اس معنی میں ہے کہ اپنے اختیار کے بغیر عورتوں میں عمل آنے سے مانع ایک عارض ہے جس کی وجہ سے عمل کم ہوتا ہے لیکن جب عمل ہوتا ہے تو ثواب برابر کا ملتا ہے۔

www.askfatwa.com

حکم 14: مولی الموالات کا میراث میں حصہ

جن دو شخصوں میں باہم اس طرح قول وقرار ہو جائے کہ ہم ایک دوسرے کے اس طرح مددگار رہیں گے کہ اگر ایک شخص کے ذمہ کوئی دیت لازم آئے تو دوسرا اس کا بوجھ اٹھائے اور جب مرجائے تو دوسرا اس کی میراث لے یہ عہد عقد موالات ہے اور ان میں سے ہر شخص مولی الموالات کہلاتا ہے۔ یہ رسم عرب میں اسلام سے پہلے بھی تھی۔ یہ عہد کرتے ہوئے وہ لوگ قسم بھی کھایا کرتے تھے۔

ابتدائے اسلام میں جب تک اکثر مسلمانوں کے رشتہ دار مسلمان نہ ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے باہم انصار و مہاجرین میں عقد اخوت یعنی بھائی چارا فرما دیا تھا۔ یہ وہی عقد موالات کی صورت تھی۔ اس وقت میں اسی قدیم رسم کے موافق حکم رہا کہ انصار و مہاجرین میں باہم میراث جاری ہوتی تھی۔ پھر جب لوگ بکثرت مسلمان ہو گئے اس میں پہلی ترمیم وہ ہوئی جو اس آیت میں مذکور ہے یعنی مولی الموالات کو چھٹا حصہ اور باقی دیگر وارثوں کو دلایا جاتا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد سورہ احزاب کی آیت وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ سے اس مولی الموالات کا حصہ بالکل ہی منسوخ ہو گیا۔ البتہ اگر کسی کا کسی بھی قسم کا کوئی وارث نہ ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مولی الموالات کو کل میراث ملے گی۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا

مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ

فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اور ہر ایسے مال کے لئے ہم نے مقرر کر دیئے ہیں وارث جس کو کہ چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے۔ اور جن سے بندھے ہوئے ہیں عہد تمہارے تو تم دیدو ان کو ان کا حصہ بے شک اللہ ہر چیز پر مطلع ہے۔

تفسیر: (اور ہر ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور) دوسرے (رشتہ دار لوگ) اپنے مرنے کے بعد (چھوڑ جائیں ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں۔ اور جن لوگوں سے تمہارے عہد) پہلے سے (بندھے ہوئے ہیں) ان کو مولی الموالات کہتے ہیں (ان کو) اب جبکہ شریعت نے رشتہ دار لوگ وارث مقرر کر دیئے ساری میراث مت دو بلکہ صرف (ان کا حصہ) یعنی چھٹا دیدو (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہیں) پس ان کو ساری میراث نہ دینے کی حکمت اور چھٹا حصہ مقرر کر دینے کی مصلحت اور یہ کہ یہ چھٹا ان کو کون دیتا ہے کون نہیں دیتا ان سب کی ان کو خبر ہے۔

حکم 15: حقوق

i- عورتوں پر مردوں کے حقوق ان کے مطالبہ کی اجازت اوران کے فوت کرنے پرتادیب کی اجازت اور حقوق کے متعلق باہم اختلاف ہونے کی صورت میں اس کے تصفیہ کا طریقہ بناتے ہیں۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ: مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس وجہ سے کہ بڑائی دی اللہ نے ان کے بعض کو بعض پر اور اس وجہ سے کہ خرچ کئے انہوں نے اپنے مال۔ تو جو عورتیں نیک ہیں وہ تابعدار ہیں نگہبانی کرنے والی ہیں پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے۔ اور جو عورتیں کہ تم ڈرتے ہو (یعنی دیکھتے ہو) ان کی کج ادائی سے تو ان کو سمجھاؤ اور جدا کرو ان کو سونے کی جگہوں میں اور مارو ان کو۔ پھر اگر کہا مانیں تمہارا تو مت تلاش کرو ان پر راہ (زیادتی کرنے کی) بیشک اللہ ہے سب سے اوپر بڑا۔ اور اگر تم خوف کرو آپس کی ضد بازی کا دونوں کے درمیان تو بھیجو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے، اگر یہ دونوں چاہیں گے اصلاح تو موافقت کر دے گا اللہ ان دونوں میں۔ بیشک اللہ ہے سب کچھ جاننے والا خبردار)۔

تفسیر: (مرد حاکم ہیں عورتوں پر) دو وجہ سے ایک تو (اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو) یعنی مردوں کو (بعضوں پر) یعنی عورتوں پر قدرتی (فضیلت دی ہے) یہ تو وہبی اور محض خداداد چیز ہے (اور) دوسرے (اس سبب سے کہ مردوں نے) عورتوں پر (اپنے مال) مہر میں اور نان نفقہ میں (خرچ کئے ہیں) اور خرچ کرنے والوں کا ہاتھ اونچا اور بہتر ہوتا ہے اس سے کہ جس پر خرچ کیا جائے

اور یہ کیسی چیز ہے (سو جو عورتیں نیک ہیں) وہ مرد کے ان فضائل وحقوق کی وجہ سے (اطاعت کرتی ہیں) اور مرد کی عدم موجودگی میں بھی (بحفاظت) وتوفیق (الٰہی اس کی آبرو و مال کی نگہداشت کرتی ہیں) یعنی اصل حفاظت تو اللہ کی ہے پھر ان کی حفاظت ہے (اور جو عورتیں) اس صفت کی نہ ہوں، بلکہ (ایسی ہوں کہ تم ان کی کج ادائی دیکھو تو ان کو) اول (زبانی نصیحت کرو اور) نہ مانیں تو (ان کو ان کے لیٹنے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو) یعنی ان کے پاس مت لیٹو (اور) اس سے بھی نہ مانیں تو (ان کو) اعتدال کے ساتھ (مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر) زیادتی کرنے کے لئے (بہانہ) اور موقع (مت ڈھونڈو) کیونکہ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی رفعت اور عظمت والے ہیں) اور ان کے حقوق بھی بڑے ہیں۔ اگر تم ایسا کرو گے پھر وہ بھی تم پر اپنے حقوق کے متعلق ہزاروں الزام قائم کر سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو کماحقہ تو کوئی بھی ادا نہیں کر سکتا۔ (اور اگر) قرائن سے (تم سرکردہ لوگوں کو ان دونوں میاں بیوی میں) ایسی (کشاکش کا اندیشہ ہو) کہ اس کو وہ باہم نہ سلجھا سکیں گے (تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو) ایسا ہی (تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے) تجویز کر کے اس کشاکش کو دور کرنے کے لئے ان کے پاس (بھیجو) کہ وہ جا کر تحقیق حال کریں اور جو غلطی پر ہو یا دونوں کا کچھ کچھ قصور ہو سمجھائیں (اگر ان دونوں آدمیوں کو) سچے دل سے معاملہ کی (اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں) بشرطیکہ وہ خود بھی اصلاح احوال پر آمادہ ہوں اور ان دونوں کی رائے پر عمل بھی کریں (اتفاق فرما دیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں) جس طریق سے ان میں باہم مصالحت ہو سکتی ہے اس کو جانتے ہیں جب دونوں تصفیہ کرنے والوں کی نیت ٹھیک دیکھیں گے وہ طریقہ ان کے قلب میں القاء فرما دیں گے۔

(ii) والدین اور دوسرے رشتہ داروں اور تعلق داروں اور پڑوسیوں اور عام انسانوں کے حقوق کی ادائیگی

چونکہ ان حقوق کو پورے طور پر وہی شخص ادا کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور قیامت کے ساتھ عقیدہ درست رکھتا ہو نیز بخل، کبر اور ریاء سے بھی بچتا ہو، کیونکہ یہ باتیں بھی حقوق کی ادائیگی میں مانع ہوتی ہیں، اس لئے ان آیات میں توحید اور ترغیب وترہیب کے کچھ مضامین ارشاد فرمائے اور شرک، انکار قیامت، عصیان رسول ﷺ اور بخل وغیرہ اخلاق ذمیمہ کی مذمت بھی ذکر فرمائی۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی

وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَکَتْ

اَیْمَانُکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴿۳۶﴾ الَّذِیْنَ

یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۳۷﴾

وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ

بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا

فَسَآءَ قَرِیْنًا ﴿۳۸﴾

ترجمہ: اور بندگی کرو اللہ کی اور نہ شریک کرو اس کے ساتھ کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور فقیروں اور ہمسایہ پاس والے اور ہمسایہ دور والے اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور ان کے ساتھ جن کے مالک بنے تمہارے داہنے ہاتھ۔ بیشک اللہ نہیں پسند کرتا اس کو جو اپنے کو بڑا سمجھتا ہو اور جو شیخی کرنے والا ہو۔ جو کہ بخل کرتے ہیں اور حکم کرتے ہیں لوگوں کو بخل کا اور چھپاتے ہیں جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے ناشکروں کے لئے عذاب توہین آمیز۔ اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کے دکھانے کو اور نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر اور وہ کہ ہوا شیطان تو جس کا ساتھی وہ بہت برا ساتھی ہے

تفسیر: (اور تم اللہ کی عبادت اختیار کرو) اس میں توحید بھی آ گئی (اور اس کے ساتھ کسی چیز کو) خواہ وہ انسان ہو یا غیر انسان عبادت میں یا اس کی خاص صفات مثلاً علم محیط اور قدرت عامہ وغیرہ کے اعتقاد میں (شریک مت کرو اور) اپنے (والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور) دوسرے (اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غرباء کے ساتھ بھی، اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی) خواہ وہ مجلس دائمی ہو جیسے طویل سفر کی رفاقت اور ایک جگہ کی ملازمت یا تجارت میں شرکت ہو یا عارضی ہو جیسے چھوٹا سفر یا اتفاقی جلسہ میں

شرکت (اور راہ گیر کے ساتھ بھی) خواہ وہ تمہارا خاص مہمان ہو یا نہ ہو (اور ان) غلام لونڈیوں (کے ساتھ بھی جو) شرعاً (تمہارے مالکانہ قبضہ میں ہیں) غرض ان سب سے خوش معاملگی کرو جس کی تفصیل شرع نے دوسرے موقع پر بتا دی ہے۔ اور جو لوگ ان حقوق کو ادا نہیں کرتے اکثر اس کے کئی سبب ہیں یا تو ان کے مزاج میں تکبر ہے، کہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور کسی کی طرف التفات ہی نہیں کرتے یا ان کی طبیعت میں بخل غالب ہے کہ کسی کو دیتے دلاتے جان نکلتی ہے یا ان کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اعتقاد نہیں کہ آپ ﷺ کے احکام کو اور ادائے حقوق کے ثواب کے وعدوں کو اور اتلاف حقوق کے عذاب کی وعیدوں کو صحیح نہیں سمجھتے اور یہ کفر ہے، یا ان کی عادت نمائش اور نام ونمود کی ہے اس لئے جہاں نمود ہو وہاں دیتے دلاتے ہیں گو حق نہ ہو، اور جہاں نمود نہ ہو وہاں ہمت نہیں ہوتی گو حق ہو، یا ان کو سرے سے خدا تعالیٰ ہی کے ساتھ عقیدہ نہیں، یا وہ قیامت کے قائل نہیں اور یہ بھی کفر ہے، اس لئے اسی ترتیب سے جو ان امور کا انفراداً یا اجتماعاً ارتکاب کرتے ہیں ان کا حال بھی سن لو کہ (بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں سے محبت نہیں رکھتے جو) دل میں (اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں) زبان سے (شیخی کی باتیں کرتے ہیں، جو کہ بخل کرتے ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہوں) خواہ زبان سے یا اس طرح سے کہ ان کو دیکھ کر دوسرے بھی بخل سیکھتے ہیں۔ اور وہ اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے) اس سے مراد یا تو مال و دولت ہے جب کہ حفاظت وغیرہ کی مصلحت کے بغیر محض بخل کی وجہ سے چھپائے تاکہ اہل حقوق ان سے توقع ہی نہ کریں یا مراد علم دین ہے کہ یہود اخبار رسالت کو چھپایا کرتے تھے۔ پس بخل سے مراد عام ہے اور اس میں مال کے بخیل و منکرین رسالت ﷺ دونوں آ گئے (اور ہم نے ایسے ناسپاسوں کے لئے) جو نعمت مال یا نعمت بعثت رسول ﷺ کی حق شناسی نہ کریں (اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔ اور جو لوگ کہ اپنے مالوں کو لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن) یعنی قیامت کے دن (پر اعتقاد نہیں رکھتے) ان کا بھی یہی حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت نہیں (اور) بات یہ ہے کہ (شیطان جس کا مصاحب ہو جیسا ان مذکور لوگوں کا ہوا ہے (تو وہ اس کا برا مصاحب ہے) کہ ایسا مشورہ دیتا ہے جس میں انجام کار سخت ضرر ہو۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿٣٩﴾ اِنَّ اللّٰهَ
لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ

www.askfatwa.com

فائدہ: یہ اہل حقوق اگر کافر بھی ہوں تب بھی ان کے ساتھ احسان کرے البتہ مسلمان کا حق اسلام کی وجہ سے ان سے زائد ہوگا۔

ربط: ماقبل کی آیات میں انکار خدا، انکار آخرت اور بخل وغیرہ کی مذمت مذکور تھی اب اگلی آیات میں خدا و آخرت پر ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب مذکور ہے، اور آخر میں میدان حشر کی ایک حالت کا بیان کر کے ان لوگوں کو انجام بد سے ڈرایا گیا ہے جو ایمان نہیں لاتے اور نہ نیک عمل کرتے ہیں اور چونکہ انجام بد کی اصل علت معصیت کا ممنوع ہونا ہے اس لئے وہ لوگ جو اگرچہ مسلمان ہیں لیکن کبر، بخل اور دیگر معاصی میں مبتلا ہیں ان کے لئے بھی ڈراوا ہے۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿٣٩﴾ اِنَّ اللّٰهَ
لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ
مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٤٠﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ
بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ﴿٤١﴾ۭ يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ
اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿٤٢﴾ۧ

ترجمہ: اور کیا نقصان ہوگا ان کا اگر ایمان لائیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور خرچ کرتے رہیں اس میں سے جو دیا ان کو اللہ نے اور اللہ ان سے خوب باخبر ہے۔ بیشک اللہ نہیں ظلم کرے گا ذرہ کے وزن برابر بھی۔ اور اگر ہو ایک نیکی تو کئی گنا کر دے گا اس کو اور دے گا اپنے پاس سے بڑا ثواب۔ پھر کیا حال ہوگا جب لائیں گے ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ اور لائیں گے ہم تجھ کو ان لوگوں پر گواہ، اس دن آرزو کریں گے وہ لوگ جو کافر ہوئے تھے اور نافرمانی کی تھی رسول کی کاش کہ برابر کر دیا جائے ان کے ساتھ زمین کو اور نہ چھپا سکیں گے اللہ سے کوئی بات۔

تفسیر: (اور ان پر کیا مصیبت نازل ہو جائے گی اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن) یعنی قیامت (پر ایمان لے آئیں اور اللہ تعالیٰ نے جو ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ) اخلاص کے

ساتھ (خرچ کرتے رہا کریں) یعنی کچھ بھی ضرر نہیں ہر طرح نفع ہی نفع ہے (اور اللہ تعالیٰ ان) کے نیک و بد (کو خوب جانتے ہیں) پس ایمان و انفاق پر ثواب دیں گے اور کفر وغیرہ پر عذاب کریں گے (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کے وزن برابر بھی ظلم نہ کریں گے) کہ کسی کا ثواب مارلیں یا بے وجہ عذاب دینے لگیں جو کہ بظاہر ظلم ہے (اور) بلکہ وہ تو ایسے رحیم ہیں کہ (اگر ایک نیکی ہوگی تو اس کو کئی گنا کر کے ثواب دیں گے)، جیسا کہ دوسری آیت میں وعدہ مذکور ہے (اور) اس موعود ثواب کے علاوہ (اپنے پاس سے) بطور انعام (اجر عظیم) الگ (دیں گے۔ سو اس وقت بھی کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو ان لوگوں پر) جن کا آپ سے سابقہ ہوا ہے (گواہی دینے کے لئے حاضر کریں گے) یعنی جن لوگوں نے خدائی احکام دنیا میں نہ مانے ہوں گے، ان کے مقدمہ کی پیشی کے وقت بطور سرکاری گواہ کے انبیاء علیہم السلام کے بیانات سنے جائیں گے، جو جو معاملات انبیاء ﷺ کی موجودگی میں پیش آئے تھے سب ظاہر کردیں گے۔ اس شہادت کے بعد ان مخالفین پر جرم ثابت ہوکر سزا دی جائے گی۔ اوپر فرمایا تھا کہ اس وقت کیا حال ہوگا، آگے اس حال کو خود بیان فرماتے ہیں کہ (اس روز) یہ حال ہوگا کہ (جن لوگوں نے) دنیا میں (کفر کیا ہوگا اور رسول کا کہنا نہ مانا ہوگا وہ اس بات کی آرزو کریں گے کہ کاش) اس وقت (ہم زمین کے پیوند ہو جائیں) تا کہ اس رسوائی اور آفت سے محفوظ رہیں (اور) گواہی کے علاوہ خود وہ اقراری مجرم بھی ہوں گے کیونکہ (اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا) جو ان سے دنیا میں صادر ہوئی تھی (اخفاء نہ کرسکیں گے) پس دونوں طرح سے فرد جرم ان پر لگادی جائے گی۔

ربط: شروع سورت میں بیان ہوا تھا کہ اس سورت میں تین قسم کے مضامین مذکور ہیں یعنی باہمی معاملات، دیانات اور مخالفین کے ساتھ معاملات۔ اوپر اکثر معاملات باہمی کے متعلق احکام ذکر ہوئے۔ آگے دیانات یعنی بندے اور اللہ کے مابین معاملات سے متعلق بعض احکام بیان کرتے ہیں۔

حکم 16: کن حالات میں نماز درست نہیں اور تیمّم کرنا

شان نزول: ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ مذکور ہے، کہ شراب کی حرمت سے پہلے ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہ کرام کی دعوت کر رکھی تھی جس میں مے نوشی کا بھی انتظام تھا، جب یہ سب حضرات کھا پی چکے تو مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امام بنا دیا گیا ان سے نماز میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ کی تلاوت میں نشہ کی وجہ سے سخت غلطی ہوگئی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں تنبیہ کردی گئی کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ

www.askfatwa.com

سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

ترجمہ: اے ایمان والو نہ نزدیک جاؤ نماز کے اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو تم کہتے ہو اور نہ اس وقت کہ تم جنبی ہو مگر چلتے ہوئے راہ سفر یہاں تک کہ تم غسل کر لو اور اگر ہو تم مریض یا (ہو) سفر میں ہو یا آیا ہو کوئی شخص تم میں سے جائے ضرورت سے یا قربت کی ہو تم نے عورتوں سے پھر نہ پایا تم نے پانی تو ارادہ کرو پاک زمین کا پھر ملو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو۔ بیشک اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا۔

تفسیر: (اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ) یعنی ایسی حالت میں نماز مت پڑھو (کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم) نشہ کی کیفیت سے نکل آؤ اور پوری طرح (سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو) اس وقت تک نماز مت پڑھو، مطلب یہ ہے کہ ادائے نماز تو اپنے اوقات میں فرض ہے اور یہ حالت ادائے نماز کے منافی ہے، لہذا اوقات نماز میں نشہ کا استعمال مت کرو کہ کہیں تمہارے منہ سے نماز میں کوئی کلمہ غلط نہ نکل جائے (اور حالت جنابت میں بھی) نماز کے پاس مت جاؤ یعنی جب کہ غسل فرض ہو (باستثناء تمہارے مسافر ہونے کی حالت کے) کہ اس وقت پانی نہ ملے تو تیمّم کر لو اس کو بطور تمہید ذکر کیا۔ آگے تیمّم کا حکم تفصیل سے ذکر کیا۔ (یہاں تک کہ غسل کر لو) یعنی غسل جنابت صحت نماز کی شرط ہے تیمّم کے حکم کے تفیصل یہ ہے کہ (اور اگر تم) کچھ عذر رکھتے ہو مثلاً (بیمار ہو) اور پانی کا استعمال مضر ہو (یا حالت سفر میں ہو) اور پانی نہیں ملتا، جیسا آگے آتا ہے تو ان دونوں عذروں سے تیمّم کی اجازت ہوتی ہے اور تیمّم کا جواز کچھ انہی مذکور عذروں یعنی سفر و مرض کے ساتھ خاص نہیں بلکہ خواہ تم کو خاص یہ عذر ہوں (یا) یہ کہ عذر خاص نہ ہوں یعنی نہ تم مریض ہو نہ مسافر، بلکہ ویسے ہی کسی کا وضو یا غسل ٹوٹ جائے اس طرح سے کہ مثلاً (تم میں سے کوئی شخص) پیشاب یا پاخانہ کی (ضرورت سے) فارغ ہو کر (آیا ہو) جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (یا تم نے بیویوں سے قربت کی ہو) جس سے غسل ٹوٹ جاتا ہے اور (پھر) ان ساری صورتوں میں (تم کو پانی) کے استعمال کا موقع (نہ ملے) خواہ تو

www.askfatwa.com

اس وجہ سے کہ مرض میں اس سے ضرر ہوتا ہو خواہ اس لئے کہ وہاں پانی ہی موجود نہیں یا پانی نکالنے کا کچھ سامان نہیں خواہ سفر ہو یا نہ ہو (تو) ان سب حالتوں میں (تم پاک زمین سے تیمّم کر لیا کرو) یعنی اس زمین پر دو بار ہاتھ مار کر (اپنے چہروں اور ہاتھوں پر) کہنیوں تک (ہاتھ پھیر لیا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے بخشنے والے ہیں) اور جس کی ایسی عادت ہوتی ہے وہ آسان حکم دیا کرتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے آسان حکم دیدیئے کہ تم کو تکلیف و تنگی نہ ہو۔

فائدہ: اس آیت کے شروع کا حکم اس وقت تھا جب شراب حلال تھی۔ پھر شراب حرام ہوگئی نہ نماز کے وقت درست ہے نہ غیر نماز کے وقت۔

ربط: آگے مخالفین کے ساتھ معاملات کا ذکر فرماتے ہیں۔ اس کے تحت یہود کے مکر وفریب اور دیگر قباحتیں ذکر کرتے ہیں تا کہ مسلمان ان سے بچیں اور ان سے دوستی نہ رکھیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا
مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا
السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّ
كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ
عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ
مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ
اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا
لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

ترجمہ: کیا نہ دیکھا تو نے ان کو جو دیئے گئے (بڑا) حصہ کتاب سے خریدتے ہیں گمراہی اور چاہتے ہیں کہ تم بھی بھٹک جاؤ راہ سے اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور کافی ہے اللہ رفیق اور کافی ہے اللہ مددگار۔ (یہ) ان میں سے ہیں جو یہودی ہوئے پھیرتے ہیں بات کو اس کے مواقع سے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور (کہتے ہیں کہ) سن نہ سنایا

جائے اور کہتے ہیں رَاعِنَا موڑتے ہوئے اپنی زبانوں کو اور عیب لگانے کو دین میں۔ اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا اور سن اور ہم پر نظر کر تو بہتر ہوتا ان کے حق میں اور درست ہوتا لیکن لعنت کی ان پر اللہ نے بسبب ان کے کفر کے سو وہ ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے سے۔

تفسیر: اے مخاطب (کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا) یعنی دیکھنے کے قابل ہیں دیکھو اور تعجب کرو (جن کو کتاب) الٰہی یعنی توریت کے علم (کا ایک بڑا حصہ ملا ہے) یعنی توریت کا علم رکھتے ہیں اس کے باوجود ان کی یہ حالت ہے (کہ وہ لوگ گمراہی) یعنی کفر (کو اختیار کر رہے ہیں اور) خود تو گمراہ ہوئے ہی تھے مگر وہ (یوں چاہتے ہیں کہ تم) بھی (راہ) راست (سے) علیحدہ ہو کر (بے راہ ہو جاؤ) اور اس کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں جیسا کہ تیسرے پارہ کے آخر اور چوتھے کے شروع میں کچھ ذکر ہو بھی چکا ہے (اور) تم کو اگر ان لوگوں کی اب تک خبر نہ ہو تو کیا ہوا (اللہ تعالیٰ) تو (تمہارے) ان (دشمنوں کو خوب جانتے ہیں) اس لئے تم کو بتا دیا سو تم ان سے بچتے رہو۔ (اور) ان کی مخالفت کا حال سن کر زیادہ فکر میں بھی نہ پڑ جانا، کیونکہ (اللہ تعالیٰ) تمہارا (کافی رفیق ہے) کہ تمہاری مصلحتوں کی رعایت رکھے گا (اور اللہ تعالیٰ) تمہارے لئے (کافی مددگار ہے) کہ ان کی مضرتوں سے تمہاری حفاظت کرے گا۔ اور (یہ لوگ) جن کا ذکر ہو چکا ہے (یہودیوں میں سے ہیں) اور ان کا گمراہی کو اختیار کرنا جو اوپر آ چکا ہے یہ ہے کہ (کلام) الٰہی یعنی توریت (کو اس کے مواقع) اور محل (سے) لفظ یا معنی کے اعتبار سے (دوسری طرف پھیر دیتے ہیں اور) ان کی ایک اور گمراہی جس میں دھوکہ سے دوسرے سادہ ذہن شخص کا پھنس جانا بھی ممکن ہے یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بات چیت کرتے وقت (یہ کلمات کہتے ہیں) جو آگے مذکور ہیں۔ ان کلمات کے دو دو معنی ہیں ایک اچھے ایک برے۔ کسی مسلمان کا دھوکہ میں آ کر بعض ایسے ہی کلمات سے نبی ﷺ کو خطاب کرنا بعید نہ تھا۔ اس اعتبار سے یہود کا ان کلمات کو کہنا ایک گونہ دوسرے کو گمراہ کرنا بھی ہے اگرچہ الفاظ ہی میں سہی۔ ان کلمات میں سے ایک یہ ہے (سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا) اس کا ترجمہ تو یہ ہے کہ ہم نے سن لیا اور مانا نہیں۔ اس کا اچھا مطلب یہ ہے کہ آپ کا ارشاد سن لیا اور آپ کے کسی مخالف کا قول جو ہم کو بہکاتا تھا نہیں مانا جب کہ برا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کی بات سن تو لی مگر ہم عمل نہیں کریں گے (اور) دوسرا کلمہ یہ ہے (اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ) اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم ہماری بات سنو اور خدا کرے تم کو کوئی بات سنائی نہ جائے۔ اس کا اچھا مطلب یہ ہے کہ آپ کو کوئی مخالف اور تکلیف دہ بات نہ سنائی جائے بلکہ آپ کی بات سن کر سب اس کے جواب میں موافق بات ہی سنائیں اور برا مطلب یہ ہے کہ تم کو کوئی موافق اور مسرت بخش بات نہ سنائی جائے اور اپنی ہر بات کے جواب میں مخالف بات ہی سننی پڑے (اور) تیسرا کلمہ یہ ہے (راعنا)

اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے کہ اس کے اچھے معنی یہ ہیں کہ ہماری رعایت کیجئے اور برے معنی یہ ہیں کہ یہود کی لغت میں یہ گالی تھی۔ غرض ان کلمات کو (اپنی زبانوں کو) تحقیر کے لہجہ سے توقیر کے لہجہ کی طرف (پھیر کر اور) دل سے رسول اللہ ﷺ اور (دین میں طعنہ زنی) اور تحقیر ہی (کی نیت سے) کہتے ہیں۔ (اور اگر یہ لوگ) ان ذو معنیین الفاظ کے بجائے (یہ کلمات کہتے) یعنی بجائے سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا کے (سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا) یعنی ہم نے سن لیا اور مان لیا (اور) بجائے اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ کے صرف اِسْمَعْ یعنی آپ سن لیجئے (اور) بجائے رَاعِنَا کے (اُنْظُرْنَا) یعنی ہماری مصلحت پر نظر فرمایئے کہتے (تو یہ بات ان کے لئے بہتر) اور نافع بھی (ہوتی اور) حقیقت میں بھی (موقع کی بات تھی مگر) انہوں نے تو ایسے نفع اور موقع کی بات کہی ہی نہیں، بلکہ وہی بے ہودہ بات بکتے رہے، اسلئے ان کو یہ تکلیف پہنچی کہ (ان کو خدا تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب) جس میں یہ کلمات بھی آ گئے اور ان کے دیگر سب اقوال و افعال کفریہ بھی داخل ہو گئے، پس ان سب کفریات کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کو (اپنی رحمت) خاصہ (سے دور پھینک دیا اب وہ ایمان نہ لائیں گے ہاں مگر تھوڑے سے آدمی) جو ایسی حرکتوں سے دور رہے اس لئے وہ رحمت خاصہ سے دوری سے مستثنیٰ ہیں اور وہ ایمان بھی لے آئے جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ۔

فائدہ: 1 لَا يُؤْمِنُوْنَ انہی لوگوں کے بارے میں فرمایا جو علم الٰہی میں کفر پر مرنے والے تھے۔

2 یہ جو فرمایا ہے کہ ان دوسرے کلمات کا کہنا بہتر ہوتا، اگر اس کے ساتھ ایمان لانے کا بھی اعتبار کیا جائے تب تو بہتر ہونا ظاہر ہے کہ اعمال صالحہ پر مومن کو آخرت میں ثواب ملے گا۔ اور اگر اس کی قید نہ لگائی جائے تب بہتر ہونا دنیا کے اعتبار سے ہے کہ تہذیب و شائستگی اچھی چیز ہے اور اگر آخرت کے اعتبار سے لیا جائے تو باعتبار ثواب کے نہیں بلکہ باعتبار تخفیف عذاب کے ہے کیونکہ قرآن وحدیث سے یہ بات یقیناً معلوم ہے کہ باہم کفار کے عذاب میں تفاوت ہوگا۔

ربط: اوپر یہود کی تحریف و تمسخر کا بیان ہوا جو کہ کفر ہے اس کی مناسبت سے آگے ان کو خطاب کر کے ایمان و تصدیق کا حکم فرماتے ہیں اور خلاف ورزی پر ڈراتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (۴۷)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو دیئے گئے ہو کتاب ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کی ایسی

www.askfatwa.com

حالت پر کہ تصدیق کرنے والی ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اس سے پہلے کہ ہم مٹا ڈالیں بہت سے چہروں کو اور الٹ دیں (یعنی بنا دیں) ان کو ان کی پشت کی طرح یا لعنت کریں ان پر جیسے ہم نے لعنت کی ہفتہ کے دن والوں پر اور ہے اللہ کا حکم پورا ہونے والے۔

تفسیر: (اے لوگو جو کتاب) توریت (دیئے گئے ہو تم اس کتاب) یعنی قرآن (پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل فرمایا ہے) اور تم کو اس پر ایمان لانے سے وحشت نہ ہونی چاہئے کیونکہ ہم نے اس کو (ایسی حالت پر) نازل فرمایا (کہ وہ سچا بتاتی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے) یعنی تمہاری اصل کتاب کی وہ تصدیق کرتی ہے، باقی تحریف کا حصہ اس سے الگ ہے، سو تم قرآن پر (اس) ممکن بات کے ہونے (سے پہلے پہلے) ایمان لے آؤ (کہ ہم) تمہارے (چہروں) کے نقش و نگار یعنی آنکھ ناک وغیرہ (کو بالکل مٹا ڈالیں اور ان) چہروں (کو ان کی الٹی جانب) یعنی گدی (کی طرح) صفا چٹ (بنا دیں یا ان) ایمان نہ لانے والوں (پر ہم ایسی) خاص طور کی (لعنت کریں جیسی لعنت ان ہفتہ والوں پر کی تھی) جو یہود میں گذر چکے ہیں جن کا ذکر سورہ بقرہ میں آ چکا ہے، یعنی ان کی طرح ان کی بھی بندر کی شکل بنا دیں (اور اللہ تعالیٰ کا) جو (حکم) صادر ہو جاتا ہے وہ (پورا ہی ہو کر رہتا ہے) سو اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان نہ لانے پر اگر اس مسخ کا حکم کر دیں گے تو یہ ضرور ہی ہو جائے گا، لہٰذا تم کو ڈرنا چاہئے اور ایمان لے آنا چاہئے۔

فائدہ: یہاں اس سوال کا موقع نہیں کہ یہ طمس و مسخ کب ہوا کیونکہ قرآن میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے معلوم ہو کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو طمس و مسخ کا عذاب ضرور واقع ہو گا بلکہ حاصل صرف اتنا ہے کہ اپنے جرم عظیم پر اس خاص قسم کے عذاب کے مستحق ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ عذاب نہ دیں تو یہ ان کی رحمت ہے۔

ربط: کوئی یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے شاید آخرت میں کافروں اور مشرکوں کی مغفرت ہو ہی جائے تو بتایا کہ ہم نے اپنی قدرت اور اختیار سے یہ ضابطہ طے کر رکھا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى إِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

ترجمہ: بیشک اللہ نہیں بخشے گا اس کو کہ شریک ٹھہرایا جائے اس کے ساتھ اور بخشے گا اس کے سوا جس کے لئے چاہے اور جو شریک ٹھہراتا ہے اللہ کا اس نے افتراء کیا بڑا گناہ۔

تفسیر: (بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا

جائے) جب کہ اسی حال میں موت آ جائے اور توبہ نہ کی ہو (اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں) خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ (جس کے لئے منظور ہوگا) بلا سزا (وہ گناہ بخش دیں گے اور) شرک کے نہ بخشنے کی وجہ یہ ہے کہ (جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ) کسی کو (شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا) جو اپنے عظیم ہونے کی وجہ سے قابل مغفرت نہیں۔

فائدہ: شرک کے دو درجے ہیں۔ایک اللہ تعالیٰ کی الوہیت یعنی خدائی میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ دوسرے خدائی میں تو شریک نہ ٹھہرائے لیکن کچھ چیزیں کہ ان کا اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہونا قرآن و حدیث کے دلائل سے ثابت ہے ان میں دوسرے کو شریک کرنا۔ پہلے درجہ کا شرک تو کبھی بھی معاف نہ ہو گا کیونکہ وہ حقیقی شرک ہے کہ خدا کی خدائی میں شریک ٹھہرایا ہے اور چونکہ اس کے مرتکب نے خدا کو اس طرح نہیں مانا جیسے ماننا چاہئے تھا اس لئے یہ خدا کو نہ ماننے کے مترادف ہوا اور یہ شخص کافر ٹھہرا۔ اس درجہ کو ہم کفریہ شرک کا نام دیتے ہیں۔

دوسرے درجہ میں چونکہ حقیقتاً خدائی میں شریک نہیں ٹھہرایا اس لئے اس کا مرتکب کافر نہیں اور اس کو دائمی عذاب نہ ہوگا لیکن چونکہ شرک تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں شریک ٹھہرایا ہے لہٰذا اس کے دو اثر ہوں گے۔ ایک تو اس کا مرتکب اہل سنت و جماعت سے خارج ہوگا کیونکہ اس نے ان کے خلاف عقیدہ اختیار کیا ہے۔ دوسرے آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ کے بموجب اگر توبہ کئے بغیر مر گیا تو اس کو اس پر سزا ضرور ہوگی لیکن دائمی نہیں ہوگی اور بالآخر نجات ہو جائے گی۔ اس درجہ کو ہم فسقیہ شرک کا نام دیتے ہیں۔ آگے ان دو درجوں کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

شرک کا پہلا درجہ: کفریہ شرک

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

1- اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے مثلا دو یا زائد خدا ماننا جیسے عیسائی یا مجوسی مانتے ہیں۔

2- جو صفات اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں ان میں کسی کو شریک ٹھہرانا مثلاً۔

i- اللہ تعالیٰ کی صفت علم غیب میں شریک ٹھہرانا

یعنی کسی بندے کے لئے وہ صلاحیت ماننا جس سے وہ کسی بھی بات کو کسی بھی واسطہ اور ذریعہ کے بغیر جان سکے پھر خواہ یہ عقیدہ ہو کہ اس بندے کو وہ صلاحیت از خود حاصل ہے یا اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہے۔

www.askfatwa.com

ii- اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت وتصرف میں شریک ٹھہرانا

ا۔ یہ عقیدہ ہو کہ کسی مخلوق کو نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت از خود حاصل ہے۔

ب۔ یا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی خاص مقرب بندے کو نفع وضرر پہنچانے کی مستقل قدرت عطا فرما دی ہے اور وہ مقرب اپنے معتقد یا مخالف کو نفع یا ضرر پہنچا سکتا ہے اس طرح سے کہ کوئی سا بھی نفع یا ضرر پہنچانے میں وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کا محتاج نہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ روکنا چاہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت غالب ہو گی جیسے کوئی حاکم اعلیٰ اپنے نائبین کو خاص اختیارات اس طرح دے دیتا ہے کہ ان کے اجراء کے وقت حاکم اعلیٰ کی منظوری نہیں لی جاتی اگرچہ حاکم اعلیٰ روکنا چاہے تو پھر اسی کا حکم غالب رہے گا۔

iii- اللہ تعالیٰ کی صفت معبودیت میں شریک ٹھہرانا

معبود کہتے ہیں مستحق عبادت کو اور عبادت سے مراد ہے کسی کو انتہائی درجہ کی تعظیم کے قابل سمجھتے ہوئے اس کے سامنے انتہائی درجہ کی عاجزی و ذلت اختیار کرنا اس میں شریک ٹھہرانے کی صورتیں یہ ہیں۔

ا۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرح کا انتہائی قابل تعظیم سمجھتے ہوئے اس کے سامنے رکوع وسجود جیسے افعال کرنا جو کہ انتہائی تذلل و عاجزی کے افعال ہیں۔

ب۔ جس چیز کی عبادت کافروں میں رائج ہو اور اس کی ذات میں فی الواقع تعظیم کا کوئی پہلو نہ ہو مثلاً بت، صلیب، پیپل کا درخت اور آگ، سورج وغیرہ۔ جب کوئی مسلمان ایسی کسی چیز کو سجدہ کرے تو یہی سمجھا جائے گا کہ وہ اس کی عبادت کر رہا ہے محض تعظیم نہیں کر رہا (کیونکہ اس کی ذات میں فی الواقع تعظیم کا کوئی بھی پہلو نہیں ہے) اور ہم انسان اس کو مشرک و کافر سمجھنے پر مجبور ہوں گے البتہ اگر کسی سجدہ کرنے والے کی قلبی تصدیق اور ایمان میں فی الواقع خلل نہ ہوا ہو اور اس نے عبادت کے طور پر نہیں محض لوگوں کی دیکھا دیکھی یا کسی اور حماقت سے سجدہ کر دیا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیقی مشرک اور کافر نہ ہوگا بلکہ محض فسقیہ شرک کا مرتکب قرار پائے گا۔

ج۔ کسی غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے اس غیر اللہ کا نام لے کر جانور کر ذبح کرے تو یہ بھی کفر ہے۔

شرک کا دوسرا درجہ: فسقیہ شرک

اس کی یہ صورتیں ہیں۔

1- کسی بھی بندے کے لئے ان مغیبات کا علم اللہ تعالیٰ کی عطا سے ماننا جن کے بارے میں قرآن

www.askfatwa.com

وحدیث میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کونہیں جانتا مثلاً یہ علم کہ قیامت کب واقع ہوگی۔

2- کسی بندے میں تصرف وقدرت کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھے اور یہ بھی عقیدہ ہو کہ اس بندے کا کوئی بھی ضرر یا نفع پہنچانا اس حالت میں ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص اس ضرر یا نفع پہنچانے کے ارادے اور مشیت پر موقوف ہے۔

3-رکوع سجدہ وغیرہ افعال عبادت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مخلوق کی تعظیم کے لئے بھی ان کا ہونا ثابت ہے مثلاً قرآن پاک میں ہے کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا جو تعظیم کے لئے تھا۔ ہماری شریعت میں کسی مخلوق کے لئے تعظیم کے طور پر بھی سجدہ کرنا بلکہ رکوع کی حد تک جھکنا بھی منع ہے۔اس لئے کسی مخلوق کو سجدہ وغیرہ کرنا محض ظاہر تعظیم کے طور پر ہو عبادت کے طور پر نہ ہو جیسے کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ فلاں بزرگ کو مستقل قدرت تو حاصل نہیں البتہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب وقبولیت کا درجہ ملا ہوا ہے اور یہ بزرگ اپنے متوسلین کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں محض سفارش کرتے ہیں اور نفع وضرر صرف اللہ تعالیٰ ہی پہنچاتے ہیں لیکن ان کی سفارش کبھی رد نہیں ہوتی اور اس سفارش کو حاصل کرنے کے لئے اس بزرگ کی تعظیم کے لئے یہ افعال کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اس سے برتر سمجھتے ہیں۔

ii- اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جانور کو ذبح کیا لیکن کسی بزرگ کی تعظیم کے لئے تا کہ ان بزرگ کی اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش حاصل ہو سکے۔ یہ فسقیہ شرک ہے اور اس سے جانور حرام ہو جائے گا۔

iii- کسی امیر یا بڑے آدمی کے آنے پر اسکی تعظیم کے اظہار کے طور پر جانور ذبح کرنے کا عمل کرنا اگرچہ ذبح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو۔اس سے بھی جانور حرام ہو جاتا ہے۔

کسی مہمان کے آنے پر اس کے اکرام کی خاطر جانور ذبح کر کے اس کا گوشت پکانا شرک نہیں ہے۔

4- غیر اللہ کے نام کی نذر ومنت کے طور پر بزرگوں کے مزارات پر چڑھاوے چڑھانا جب کہ اس بزرگ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں محض سفارشی سمجھے۔

ربط: اوپر یہود کا کفر اور اس پر عدم مغفرت کی وعید کا ذکر ہوا۔ چونکہ یہود اپنے کو اللہ کا مقبول اور خاص مومن اور بخشے بخشائے بتاتے تھے جیسا کہ قرآن میں بھی ان کے ایسے اقوال ہیں نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ اس لئے آگے اس کا رد فرماتے ہیں۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يُزَكُّوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ‌ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّىۡ مَنۡ يَّشَآءُ وَ

لَا يُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ﴿۴۹﴾ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡـكَذِبَ‌ؕ

www.askfatwa.com

وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿٥٠﴾

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا تو نے ان کو جو مقدس بتاتے ہیں اپنے آپ کو بلکہ اللہ ہی مقدس بتاتا ہے جس کو چاہے اور نہ وہ ظلم کئے جائیں گے دھاگہ برابر۔ دیکھ! کیسا باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور کافی ہے یہی بات گناہ صریح ہونے کے لئے۔

تفسیر: اے مخاطب (کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا) یعنی وہ لوگ تعجب کے قابل ہیں (جو اپنے کو مقدس بتلاتے ہیں) ان کے بتانے سے کچھ نہیں ہوتا (بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں مقدس بتا دیں) یہ البتہ قابل اعتبار ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن میں مومن کو مقدس بتا چکے ہیں، جیسے سورۃ سَبِّحِ اسْمَ میں اُشْقٰی یعنی کافر کے مقابلہ میں مومن کی نسبت فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى پس وہی مقدس ہونگے نہ کہ کفر کرنے والے جن میں یہود بھی شامل ہیں (اور) ان یہود کو قیامت میں اس جھوٹے دعوے کا جس کا سبب کفر کو ایمان سمجھنا ہے، جو سزا ہوگی اس سزا میں (ان پر تاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا) یعنی وہ سزا ان کے جرم سے زیادہ نہیں ہے بلکہ ایسے جرم پر ایسی سزا لائق ہے، ذرا (دیکھ تو) اس دعویٰ میں (یہ لوگ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں) کیونکہ جب وہ باوجود کفر کے اللہ کے ہاں مقبول ہونے کے مدعی ہیں تو اس سے صاف لازم آتا ہے کہ کفر اللہ کے ہاں پسندیدہ ہے، حالانکہ یہ محض تہمت ہے اس لئے کہ تمام شریعتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح فرما دی ہے کہ کفر ہمارے نزدیک سخت ناپسند اور مردود ہے (اور یہی بات) کہ خدا پر تہمت لگائی جائے (صریح مجرم ہونے کے لئے کافی ہے) پھر کیا ایسی صریح بڑی بات پر ایسی سزا کچھ ظلم وزیادتی ہے۔

فائدہ: اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے مومن کو مقدس بتایا ہے تو پھر اپنے کو یا دوسرے کو حسن ظن سے مقدس کہنے سے شریعت میں کیوں ممانعت ہے۔ جواب یہ ہے کہ ممانعت تین وجہ سے ہے:۔

1- اکثر اپنی مدح وتعریف کا منشا تکبر ہوتا ہے تو حقیقت میں ممانعت تکبر سے ہوئی۔

2- خاتمہ کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تقدس اور نیکی پر ہوگا یا نہیں بندے کو نہیں معلوم اور آخرت میں اعتبار خاتمہ کی حالت کا ہے لہذا ایسی بات کا دعوی کرنا جو معلوم نہیں باقی بھی رہے یا نہیں غیر معقول ہے۔ اگر مذکورہ وجوہ نہ ہوں تو نعمت کے اظہار کے طور پر اپنی صفت بیان کرنے کی اجازت ہے۔

ربط: آگے یہود کی دو مزید قباحتیں ذکر کرتے ہیں۔

1- انہوں نے مشرکین کے دین کو مومنین کے دین سے بہتر بتایا۔ جس کا قصہ یہ ہوا کہ نبی ﷺ کی عداوت میں یہود مشرکین مکہ سے ملے اور ان کی خاطر داری کی ضرورت سے بتوں کی تعظیم کی اور کہا کہ

www.askfatwa.com

تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے بہتر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا
مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ
كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۖ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾

ترجمہ: کیا نہ دیکھا تو نے ان کو جو دیئے گئے ایک حصہ کتاب سے وہ مانتے ہیں بت کو اور شیطان کو اور کہتے ہیں کافروں کی نسبت کہ یہ لوگ زیادہ راہ راست پر ہیں مسلمانوں سے طریقے کے اعتبار سے یہ وہی ہیں لعنت کی ہے جن پر اللہ نے اور جس پر لعنت کرے اللہ تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کے لیے کوئی مددگار۔

تفسیر: اے مخاطب (کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب) الٰہی یعنی تورات کے علم (کا ایک حصہ ملا ہے) پھر اس کے باوجود (وہ بت اور شیطان کو مانتے ہیں) کیونکہ بتوں کی تعظیم کرنا ان پر ایمان لانے کے مترادف ہے۔ (اور یہ ہی لوگ) بڑی صراحت سے (کفار) یعنی مشرکین (کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ لوگ بہ نسبت ان مسلمانوں کے زیادہ راہ راست پر ہیں۔ یہ لوگ) جنہوں نے کفر کے طریقہ کو اسلامی طریقہ سے افضل بتایا (وہ ہیں جن پر) ان کی سابقہ سرکشیوں کی وجہ سے (خدا تعالیٰ نے لعنت کی ہوئی ہے) اسی لعنت کا تو اثر ہے کہ ایسے بیباک ہو کر کفریات بک رہے ہیں (اور خدا تعالیٰ جس کو ملعون بنا دے اس کا) عذاب کے وقت (کوئی حامی نہ پاؤ گے) مطلب یہ ہے کہ اس پر ان کو آخرت میں یا دنیا میں بھی سخت سزا ہوگی، چنانچہ دنیا میں بعضے قتل، بعضے قید ہوئے، بعضے رعایا اور محکوم بنے اور آخرت میں جو ہونے والا ہے وہی ہوگا۔

فائدہ: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کے دین کو علی الاطلاق حق کہنا یہود کا مقصود نہ تھا ورنہ عین جواب کے وقت ہی پوچھنے والوں کو اس جواب کی صحت پر یہ شبہ ہوتا کہ جب یہ اس دین کو حق کہتے ہیں تو خود کیوں نہیں قبول کر لیتے تو اس صورت میں یہ جواب چل نہیں سکتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصود یہ تھا کہ حق مطلق تو بت پرستی اور اسلام میں سے کوئی بھی طریقہ نہیں مگر تقابل میں اسلام سے بت پرستی اچھی ہے۔ اس میں بھی دو وجہ سے کفر لازم آتا ہے ایک تو یہ کہ طریق حق کو بعض وجہ سے باطل سمجھا دوسرے یہ کہ کفر اور باطل کو بعض وجہ سے حق سمجھا۔

www.askfatwa.com

2- یہود حسد کی وجہ سے یہ خیال کرتے تھے کہ پیغمبری اور دین کی سرداری ہماری میراث ہے اور ہمارے ہی مناسب ہے اور اسی بنا پر حکومت و بادشاہت بھی ہمیں ہی مل کر رہے گی کچھ عرصہ کے لئے دوسروں کو مل جائے تو مضائقہ نہیں۔ اس کا جواب ان کو یوں دیا۔

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٣﴾
أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ
آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٤﴾
فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ﴿٥٥﴾

ترجمہ: کیا ان کے لئے کچھ حصہ ہے سلطنت میں، پھر تو یہ نہ دیں گے لوگوں کو ایک تل برابر، یا حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس پر جو دیا ہے ان کو اللہ نے اپنے فضل سے، سو ہم نے دی ہے ابراہیم کے خاندان کو کتاب اور حکمت اور دی ہے ہم نے ان کو بڑی سلطنت۔ پھر ان میں سے کسی نے مانا اس کو اور ان میں سے کوئی ہٹا تا ہے رہا اس سے اور کافی ہے دوزخ بھڑکتی آگ کے اعتبار سے۔

تفسیر: (ہاں کیا ان کے پاس کوئی حصہ ہے سلطنت کا سو ایسی حالت میں تو اور لوگوں کو تل برابر چیز بھی نہ دیتے۔ یا دوسرے آدمیوں سے) جیسے رسول اللہ ﷺ سے (ان چیزوں پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں سو) آپ کو ایسی چیز مل جانا کوئی نئی بات نہیں کیونکہ (ہم نے) پہلے سے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان) والوں (کو کتاب) آسمانی (بھی دی ہے اور علم بھی دیا ہے اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سلطنت بھی دی ہے) چنانچہ بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاء گذرے ہیں، بعض انبیاء سلاطین بھی ہوئے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام و حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور یہ سب اولاد ابراہیم میں ہیں، سو جب کہ رسول اللہ ﷺ بھی اولاد ابراہیم سے ہیں اور آپ کو یہ نعمتیں وعطیات مل گئے تو تعجب کی کیا بات ہے (سو) ان انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں بھی جو کہ خاندان ابراہیم علیہ السلام سے گزر چکے ہیں جو لوگ موجود تھے (ان میں سے بعضے تو اس) کتاب و حکمت (پر ایمان لائے اور بعضے ایسے تھے کہ اس سے روگرداں ہی رہے) پس اگر آپ ﷺ کی رسالت پر اور آپ کو ملی ہوئی کتاب سماوی پر آپ کے زمانہ کے بعضے لوگ بھی ایمان نہ لائیں تو کوئی رنج کی بات نہیں (اور) ان کفار اور اعراض کرنے والوں کو اگر دنیا میں سزا کم ہو یا بالکل نہ ہو تو کیا

www.askfatwa.com

ہوا ان کے لئے آخرت میں (دوزخ کی آتش سوزاں کافی) سزا (ہے)۔

فائدہ: حسد کے نامعقول وقبیح ہونے کی ایک وجہ تو حسد کے ذکر سے پہلے مذکور ہے اور دوسری اس کے بعد اور ان کو شق وار ذکر کیا۔ دونوں وجہوں کا حاصل یہ ہے کہ حسد کس بات پر ہے۔ اگر اس بات پر ہے کہ تم یعنی بنی اسرائیل صاحب سلطنت ہو کہ تمہاری سلطنت مسلمانوں کو ملنے لگی تب تو خدا نے تم کو ٹھکانے ہی سے رکھا کہ سلطنت تم کو نہیں ملی ورنہ تم کسی کو ایک پیسہ بھی نہ دیتے، اور اگر اس پر ہے کہ گو ہمارے پاس سے ان کے پاس نہیں گئی مگر پھر بھی ان کو کیوں ملی انکا سلطنت سے کیا تعلق تو اس کا جواب یہ دیا کہ تعلق یہ ہے کہ یہ بھی اصل شاہی خاندان سے ہیں کسی اجنبی جگہ سلطنت نہیں آئی اور اسی طرح ان کو پیغمبری ملنے پر جو حسد کرتے ہو تو جان لو کہ یہ بھی خاندان نبوت و رسالت سے ہیں۔

ربط: اوپر مخصوص مومنوں اور کافروں کا بیان تھا آگے مطلق مومن اور کافر کی جزا و سزا کو قاعدہ کلیہ کے طور پر ذکر ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا ۖ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٥٦﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ ۖ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ﴿٥٧﴾

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے انکار کیا ہماری آیتوں کا داخل کریں گے ہم ان کو آگ میں، جب بھی جل جائے گی کھال ان کی تو ہم بدل دیں گے ان کو اور کھال تاکہ چکھتے رہیں عذاب بیشک اللہ ہے زبردست حکمت والا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے نیک ہم داخل کریں گے ان کو باغوں میں بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں رہیں گے ان میں ہمیشہ، ان کے لئے وہاں عورتیں ہیں پاک صاف، اور ہم داخل کریں گے ان کو گھنے سایہ میں۔

تفسیر: (بلاشک جو لوگ ہماری آیات) واحکام (کے منکر ہوئے) ہم ان کو (عنقریب ایک سخت آگ میں داخل کریں گے) اور وہاں کی برابر یہ حالت رہے گی کہ (جب ایک دفعہ ان کی کھال آگ سے (جل چکے گی تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ فوراً دوسری) تازی (کھال پیدا کر دیں گے تاکہ)

ہمیشہ (عذاب ہی بھگتتے رہیں) کیونکہ پہلی کھال میں جلنے کے بعد شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید اس میں ادراک و احساس نہ رہے اس لئے شبہ قطع کرنے کے لئے یہ سنا دیا (بلاشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) کہ وہ ایسی سزا دے سکتے ہیں اور (حکمت والے ہیں) اس لئے باوجود اس قدرت کے کہ جلی ہوئی کھال کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں، پھر بھی کسی حکمت سے بدل دیا جیسے کہ ایک حکمت کا بیان ابھی ہوا ہے (اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم ان کو عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ ان کے) محلات کے (نیچے نہریں جاری ہوں گی ان میں ہمیشہ رہیں گے ان کے واسطے ان) باغوں (میں پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو نہایت گنجان سایہ) کی جگہ (میں داخل کریں گے)۔

فائدہ: ظل ظلیل سے مراد ایسی روشنی ہے جو تیز دھوپ کے وقت کسی گھنے پیڑ تلے ہوتی ہے۔ اس کی حالت ایسی ہوگی جیسی سورج نکلنے سے ذرا پہلے حالت ہوتی ہے۔

حکم 17: اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کا حکم

حاکم محکوموں کے درمیان عدل و امانت سے کام کریں اور محکوم حاکموں کے ساتھ جائز امور میں اطاعت کا معاملہ کریں اور حاکم و محکوم دونوں اللہ و رسول کے حکم کو اصل سمجھیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾

ترجمہ: بیشک اللہ حکم دیتا ہے تم کو کہ پہنچا دو امانتیں ان کے حقداروں کو اور جب تم فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے، بے شک اللہ اچھی بات ہے کہ نصیحت کرتا ہے تم کو جس کی بیشک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا۔ اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں پھر اگر تم باہم جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو لوٹا دو اس کو طرف اللہ کے اور رسول کے اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔ یہ بات اچھی ہے اور بہت

بہتر ہے انجام کے اعتبار سے۔

تفسیر: اے اہل حکومت تم نظام حکومت کے خواہ کسی بھی درجہ پر ہو اور کسی بھی شعبہ میں ہو (بیشک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق) جو تمہارے ذمہ ہیں (پہنچا دیا کرو اور) تم کو (یہ) بھی حکم دیتے ہیں (کہ جب) محکوم (لوگوں کا تصفیہ کیا کرو) ایسے حقوق میں جو ان میں باہم ایک دوسرے کے ذمہ ہیں (تو عدل) و انصاف (سے تصفیہ کیا کرو، بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے) دنیا کے اعتبار سے بھی کہ اس میں استحکام حکومت ہے اور آخرت کے اعتبار سے بھی کہ موجب قرب وثواب ہے (بلا شک اللہ تعالیٰ) تمہارے اقوال کو جو امانت وتصفیہ کے بارے میں تم سے صادر ہوتے ہیں (خوب سنتے ہیں) اور تمہارے افعال کو جو اس بارے میں تم سے واقع ہوتے ہیں (خوب دیکھتے ہیں) تو اگر کمی وکوتاہی کرو گے مطلع ہو کر تم کو سزا دیں گے، یہ خطاب تو حکام کو ہوا، آگے محکومین کو ارشاد ہے کہ (اے ایمان والو! تم) سب خواہ عوام ہوں یا حکام (اللہ تعالیٰ کا کہنا مانو اور رسول) ﷺ (کا کہنا مانو) اور انفرادی اور اجتماعی ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پابندی کرو (اور) اے مسلمان رعایا تم (اپنے اہل حکومت کا) کہنا بھی مانو جب کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق حکم دیتے ہوں

(پھر) اگر اہل حکومت کے احکام کا اللہ اور رسول ﷺ کے کہے ہوئے کے خلاف نہ ہونا محکوم وحاکم دونوں کے اس اتفاق سے ثابت ہو جو شرعاً معتبر ہے تو خیر اس میں تو حکام کی اطاعت کرو گے ہی اور (اگر) ان کے احکام میں سے (کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو) کہ یہ اللہ و رسول ﷺ کے کہے ہوئے کے خلاف ہے یا نہیں (تو) رسول اللہ ﷺ کی حیات میں تو آپ ﷺ سے پوچھ کر اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد ائمہ مجتہدین وعلماء دین سے رجوع کر کے (اس امر کو) کتاب (اللہ اور) سنت (رسول) ﷺ (کی طرف حوالہ کر لیا کرو) اور ان حضرات سے جیسا فتویٰ ملے اس پر سب محکوم وحکام عمل کر لیا کرو (اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو) کیونکہ اس ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی دار وگیر جو کہ مخالفت کرنے پر ہونے والی ہے لوگ اس سے ڈریں۔ (یہ امور) جو مذکور ہوئے یعنی اللہ کی، رسول کی اور اولی الامر کی اطاعت کرنا اور تنازعات کا کتاب وسنت کی طرف حوالہ کرنا سب دنیا میں بھی (بہتر ہیں اور) آخرت میں بھی (ان کا انجام خوشتر ہے) کیونکہ دنیا میں امن وراحت اور آخرت میں نجات وسعادت ہیں۔

فائدہ: کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کتاب وسنت کے منصوص (یعنی صاف صاف مذکور) احکام کی جانب رجوع کیا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ اگر منصوص

احکام موجود نہیں ہیں تو کتاب و سنت میں مذکور ان کے نظائر پر قیاس کیا جائے۔ ان کے حکم بھی کتاب و سنت سے ثابت کہلائیں گے اور یہ انہی کی طرف رجوع میں داخل ہے۔

اللہ اور رسول کے حکم کو چھوڑ کر غیر کے حکم کی طرف رجوع کرنے کی مذمت

ربط: اوپر کی آیت میں اپنے تمام معاملات میں اللہ و رسول کے احکام کی طرف رجوع کرنے کا حکم تھا آگے غیر شریعت کی طرف رجوع کرنے کی مذمت ہے اور اس میں منافقین کی برائی مذکور ہے کہ وہ ایسا کرتے ہیں جیسا کہ ایک قصہ ہوا کہ ایک منافق شخص تھا اس کا کسی یہودی سے جھگڑا ہوا۔ یہودی نے فیصلہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس چلنے کو کہا۔ منافق نے کہا کہ یہودی سردار کعب بن اشرف کے پاس چلیں۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں یہودی حق پر ہوگا۔ اس نے سمجھا کہ رسول ﷺ کے پاس حق فیصلہ ہوگا۔ جب کہ منافق غالباً باطل پر تھا اور اس نے سمجھا کہ آپ ﷺ کے پاس میری بات نہ چلے گی۔ البتہ کعب بن اشرف کے پاس بات بننے کی امید تھی۔ پھر آخر وہ دونوں آپ ﷺ کے پاس گئے اور آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔ وہ منافق راضی نہ ہوا۔ اس یہودی سے کہا حضرت عمر کے پاس چلو وہ سمجھا ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفار پر خوب سخت ہیں اس یہودی پر سختی فرمائیں۔ یہودی کو اطمینان تھا کہ گو وہ سخت ہیں مگر وہ سختی حق پرستی ہی کی وجہ سے تو ہے جب میں حق پر ہوں تو میرے ہی حق میں فیصلہ دیں گے اس لئے اس نے انکار نہیں کیا۔ جب وہاں پہنچے تو یہودی نے پورا قصہ بیان کر دیا کہ اس مقدمہ کا رسول اللہ ﷺ کے اجلاس میں فیصلہ ہو چکا ہے مگر یہ شخص اس پر راضی نہیں ہوا۔ آپ نے اس منافق سے پوچھا کیا یہی بات ہے اس نے کہا ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا ٹھہرو آتا ہوں اور گھر سے تلوار لا کر اس منافق کا کام تمام کر دیا اور کہا جو شخص رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا یہ فیصلہ ہے۔

www.askfatwa.com

اَلَمْ تَرَ اِلَى

الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ

قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا

اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ

الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ

مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ أَيۡدِيهِمۡ ثُمَّ جَآءُوكَ يَحۡلِفُونَ بِٱللَّهِ
إِنۡ أَرَدۡنَآ إِلَّآ إِحۡسَٰنٗا وَتَوۡفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَعۡلَمُ ٱللَّهُ مَا
فِي قُلُوبِهِمۡ فَأَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَعِظۡهُمۡ وَقُل لَّهُمۡ فِيٓ أَنفُسِهِمۡ
قَوۡلَۢا بَلِيغٗا ﴿٦٣﴾

ترجمہ: کیا نہ دیکھا تو نے ان کو جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے ہیں اس پر جو اتارا گیا تیری طرف اور جو اتارا گیا تجھ سے پہلے چاہتے ہیں کہ مقدمہ لے جائیں شیطان کی طرف حالانکہ وہ حکم دیئے جا چکے ہیں کہ نہ مانیں اس کو اور چاہتا ہے شیطان کہ بھٹکا دے ان کو دور کا بھٹکنا۔ اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ آؤ اس کی طرف جو اتارا اللہ نے اور رسول ﷺ کی طرف تو دیکھے تو منافقوں کو کہ ہٹتے ہیں تجھ سے رک کر۔ پھر کیا حال ہوتا ہے جب پہنچتی ہے ان کو مصیبت بسبب اس کے جو پہلے کیا ان کے ہاتھوں نے، پھر وہ آئیں تیرے پاس قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی کہ نہیں ہم نے ارادہ کیا تھا مگر بھلائی اور موافقت کا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جانتا ہے اللہ جو ان کے دلوں میں ہے سو تو ان سے تغافل کر اور ان کو نصیحت کر اور کہہ ان سے ان کی ذات کے بارے میں بات کافی۔

تفسیر: اے محمد ﷺ (کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو) زبان سے تو (دعوی کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ ﷺ کی طرف نازل کی گئی) یعنی قرآن پر (اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی) یعنی توریت پر کیونکہ اس آیت میں منافقین کا بیان ہے اور اکثر منافقین یہود میں سے تھے۔ مطلب ہے یہ کہ وہ زبان سے دعویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح ہم توریت کو مانتے ہیں اسی طرح قرآن کو بھی مانتے ہیں، یعنی اسلام کے مدعی ہیں، پھر اس پر حالت یہ ہے کہ (اپنا مقدمہ شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں) کیونکہ غیر شرع کی طرف مقدمہ لے جانے کے لئے شیطان سکھاتا ہے پس اس پر عمل کرنا ایسا ہے جیسے شیطان ہی کے پاس مقدمہ لے گئے۔ (حالانکہ) اس سے دو مانع موجود ہیں ایک یہ کہ (ان کو) شریعت کی جانب سے (یہ حکم ہوا کہ اس) شیطان (کو نہ مانیں) یعنی عقیدہ وعمل میں اس کی مخالفت کریں (اور) دوسرا مانع یہ کہ (شیطان) ان کا ایسا دشمن اور بد خواہ ہے کہ (ان کو) راہ حق سے (بھٹکا کر بہت دور لے جانا چاہتا ہے) پس ان دونوں موانع کے باوجود جن کا تقاضا یہ ہے کہ شیطان کے کہنے پر عمل نہ کریں، پھر بھی اس کی موافقت کرتے ہیں (اور جب ان

سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور) آؤ (رسول) ﷺ (کی طرف) کہ آپ اس حکم کے موافق فیصلہ فرمائیں (تو آپ ﷺ اس وقت منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ آپ) کے پاس آنے (سے پہلوتہی کرتے ہیں۔ پھر کیسی جان کو بنتی ہے جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے ان کی اس حرکت کی بدولت جو) اس مصیبت سے (پہلے کر چکے تھے) اس حرکت سے مراد شرع کو چھوڑ کر دوسری جگہ مقدمہ لے جانا ہے اور مصیبت سے مراد ہے جیسے قتل یا خیانت ونفاق کا کھل جانا اور باز پرس ہونا، یعنی اس وقت سوچ پڑتی ہے کہ اپنی اس حرکت کی کیا تاویل کریں جس میں پھر سرخرو رہیں (پھر) تاویل سوچ کر (آپ ﷺ کے پاس آتے ہیں، خدا کی قسمیں کھاتے ہوئے کہ) ہم جو دوسری جگہ چلے گئے تھے (ہمارا اور کچھ مقصود نہ تھا سوا اس کے کہ) معاملہ کے دونوں فریق کی (کوئی بھلائی) کی صورت (نکل آئے اور) ان میں (باہم موافقت) ومصالحت (ہو جائے)۔ مطلب یہ کہ قانون تو شرع ہی کا حق ہے ہم دوسری جگہ شرع کو ناحق سمجھ کر نہیں گئے تھے، لیکن بات یہ ہے کہ قانونی فیصلہ میں تو حاکم صاحب حق کو رعایت کرنے کے لئے نہیں کہہ سکتا جب کہ باہمی فیصلہ میں اکثر رعایت کرا دی جاتی ہے، یہ وجہ تھی ہمارے دوسری جگہ جانے کی۔ اور اوپر مذکور منافق کے قتل کے قصہ میں ان کے آپ کے پاس آ کر قسمیں کھانے سے غرض مقتول کے فعل کی تاویل کرنا تھی جس سے مقصود اپنی براءت ظاہر کرنا یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قتل وقصاص کا دعویٰ کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی تاویلوں کی تکذیب فرماتے ہیں کہ (یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ) نفاق و کفر (ان کے دلوں میں ہے) کہ اس کفر و نفاق کے سبب سے اور حکم شرعی پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے ہی یہ لوگ دوسری جگہ جاتے ہیں اور وقت معین پر اس کی سزا بھی پا لیں گے (سو) مصلحت یہی ہے کہ (آپ) علم خداوندی ومواخذہ خداوندی پر اکتفا فرما کر (ان سے تغافل کر لیا کیجئے) یعنی کچھ مواخذہ نہ فرمائیے (اور ویسے) اپنے منصب رسالت کے تقاضے سے (ان کو نصیحت فرماتے رہئے) کہ ان حرکتوں کو چھوڑ دو (اور ان سے خاص ان کی ذات) کی اصلاح (کے متعلق کافی مضمون کہہ دیجئے) تا کہ ان پر حجت قائم اور تمام ہو جائے پھر نہ مانیں تو وہ جانیں۔

فائدہ: اس تغافل کے مصلحت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان منافقین کا کفر مشہور نہیں تھا۔ اگر کھلے کفار کی طرح ان کے ساتھ جہاد کا معاملہ کیا جاتا تو دور کے لوگوں کو ان کی شرارتوں کی خبر تو نہ پہنچتی البتہ ان کا قتل و غارت مشہور ہو جاتا تو اسلام سے لوگوں کو ایک گونہ وحشت ہوتی کہ اسلام میں بڑا جبر اور بدنظمی ہے اور اس وحشت سے اسلام کی ترقی رک جاتی۔ کسی منافق کے ساتھ ایک معاملہ پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ دَعْهُ فَاِنَّ النَّاسَ یَتَحَدَّثُوْنَ اَنَّ مُحَمَّداً یَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ یعنی اس کو چھوڑ دو ورنہ لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو بلاوجہ قتل کر دیتے ہیں۔

www.askfatwa.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس منافق کو قتل کرنے پر قصاص یا دیت واجب نہیں ہوئی کیونکہ اس کی جان کو اس کے کفر کی وجہ سے فی الواقع احترام اور حفاظت حاصل نہ تھی یا یہ سزا تعزیر کے طور پر تھی۔

اگر یہ خیال ہو کہ اس سے بھی اسلام کی بدنامی اور اس سے وحشت ہونے کا احتمال ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دوسری حکمت کو غلبہ حاصل ہے اور وہ یہ کہ چونکہ منافق ظاہر میں مسلمان تھا اور اس کا معاملہ ایک کھلے کافر سے تھا اور اس معاملہ میں اس منافق کو یہ سزا دی گئی اور اس کا خون رائیگاں ہوا تو وہ کافر اس قصہ کو اپنے لوگوں میں بیان کرے گا تو عقل وانصاف والے اسلام کی حق پرستی کی اعلیٰ درجہ کی داد دے سکتے ہیں کہ غیر قوموں کے مقابلہ میں بھی اپنی قوم کو حق قبول کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

ربط: اوپر منافقین کے عذر وتاویل کے غلط ہونے کو بیان فرمایا۔ آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس تاویل باطل کے بجائے اگر شرائط کے ساتھ توبہ واستغفار اختیار کرتے تو اس جرم کی تلافی ہو جاتی۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسی واسطے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے۔ اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے ظلم کیا تھا اپنی جانوں پر آتے تیرے پاس پھر معافی چاہتے اللہ سے اور معافی چاہتا ان کے لئے رسول تو البتہ وہ پاتے اللہ کو معاف کرنے والا رحمت کرنے والا۔

تفسیر: (اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی) جو کہ آیت اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ میں مذکور ہے (ان کی اطاعت کی جائے) پس اول تو ان لوگوں کو شروع ہی سے اطاعت کرنا واجب تھی (اور اگر) خیر شامت نفس سے حماقت ہی ہوگئی تھی تو (جس وقت) یہ گناہ کر کے (اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت) ندامت کے ساتھ (آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر) حاضر ہو کر اپنے ایمان کو خالص کرتے اور (اللہ تعالیٰ سے) اپنے اس گناہ کی (معافی چاہتے اور رسول) صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ بھی (ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ کا قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے) یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے توبہ قبول فرما لیتے۔

فائدہ: 1- یہ مطلب نہیں کہ منافق رہ کر توبہ کر لینا کافی تھا کیونکہ خود توبہ کی قبولیت کی ایک شرط

ایمان ہے پس خلاصہ یہ ہوا کہ نفاق چھوڑ کر ایمان لے آتے۔

2- یہ خیال ہو کہ آیت میں دو اور شرطیں بھی مذکور ہیں ایک تو خدمت نبوی میں حاضری دوسرے آپ کا بھی استغفار فرمانا حالانکہ ظاہرا توبہ کرنے کے لئے یا مسلمان ہونے کے لئے صرف بندہ کا عرض معروض کر لینا کافی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ توبہ معصیت کے مطابق ہوتی ہے۔ چونکہ منافقین طرح طرح سے اسلام کے ساتھ اپنی مخالفت کا اظہار کرتے رہتے تھے اس لئے توبہ میں ضروری ہوا کہ اب اپنے اسلام کا بھی اظہار کریں اور اس کے اظہار کا عام طور سے اس وقت یہی طریقہ تھا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہو جائے۔ دوسری شرط کی وجہ یہ ہے کہ رسول اس وقت استغفار کریں گے جب ان کی طرف سے ان کے دل کا رنج دور ہوگا تو یہ آ کر توبہ کریں گے اور رسول اللہ ﷺ کو جو تکلیفیں دیں ان پر ندامت کا اظہار کریں گے تو آپ کے دل کا رنج دور ہوگا اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوگی۔

حکم 18: اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو ظاہر سے بھی ماننے اور دل سے بھی ماننے

ربط: آگے فرماتے ہیں کہ شریعت کی طرف محض ظاہری رجوع کرنا کافی نہیں بلکہ دل سے بھی اس پر راضی ہونا ضروری ہے اور تسلیم کامل ایمان کی شرط ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾

ترجمہ: سو قسم ہے تیرے رب کی وہ نہ ہوں گے مومن یہاں تک کہ وہ منصف ٹھہرائیں تجھ کو اس میں جو جھگڑا اٹھے ان کے درمیان پھر نہ پائیں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے۔

تفسیر: (پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ) جو صرف زبانی ایمان ظاہر کرتے پھرتے ہیں عنداللہ (ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو، اس میں یہ لوگ آپ ﷺ سے) اور آپ ﷺ نہ ہوں تو آپ ﷺ کی شریعت سے (فیصلہ کرائیں پھر) جب آپ تصفیہ کر دیں تو (اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں) انکار کی (تنگی نہ پائیں اور) اس فیصلہ کو (پورا پورا) ظاہر سے باطن سے (تسلیم کر لیں)

فائدہ: اگر یہ شبہ ہو کہ ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دوسرے قانون کی طرف اس کو باطل سمجھ کر بھی رجوع کرتے ہیں وہ مسلمان نہیں حالانکہ حرام کا مرتکب جب حلت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو مومن ہے گو فاسق ہو۔ اسی طرح اگر کسی کے دل میں شرعی فیصلہ سے تنگی پیدا ہو مگر اس فیصلہ کو حق سمجھے وہ

بھی مسلمان نہ ہونا چاہئے حالانکہ تنگی پر انسان کا اختیار نہیں اور غیر اختیاری باتوں کا مکلّف نہیں اسی طرح اگر اس فیصلہ پر کوئی عمل نہ کرے تو یہ بھی عدم تسلیم کی صورت ہے تو وہ بھی مسلمان نہ رہے حالانکہ ترک عمل سے ایمان نہیں جاتا۔

ان شبہات کا جواب یہ ہے کہ تحکیم یعنی اسلام کے قانون کی طرف رجوع کرنا اور عدم حرج یعنی دل میں تنگی محسوس نہ کرنا اور تسلیم یعنی اس پر عمل کرنا ان سب کے تین درجے ہیں اعتقاد سے اور زبان سے اور عمل سے۔ اعتقاد سے یہ کہ قانون شریعت کو حق اور فیصلوں کے لئے اصل جانتا ہے اور اس میں کوئی ناگواری دل میں محسوس نہیں کرتا اور زبان سے یہ کہ ان باتوں کا اقرار کرتا ہے کہ حق اسی طرح ہے اور عمل سے یہ کہ مقدمہ لے بھی جاتا ہے اور طبعی تنگی بھی نہیں ہوتی اور اس فیصلہ کے مطابق عمل بھی کرتا ہے۔ سو پہلا درجہ تصدیق و ایمان کا ہے اس کا نہ ہونا عند اللہ کفر ہے اور منافقین میں خود اس کی کمی تھی اور دوسرا درجہ اقرار کا ہے، اس کے نہ ہونے سے لوگوں کے نزدیک کفر ہوتا ہے۔ تیسرا درجہ تقوی و صلاح کا ہے اس کا نہ ہونا فسق ہے اور طبعی تنگی معاف ہے۔ پس آیت میں چونکہ منافقین کا ذکر ہے اس لئے پہلا درجہ مراد ہے۔

ربط: اوپر کامل اطاعت واجب ہے اور وہی خیر و نافع ہے۔

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝ ۶۶ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ۶۷ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ ۶۸

ترجمہ: اور اگر ہم فرض کر دیتے ان پر کہ قتل کرواپنی جانوں کو یا نکل جاؤ اپنے وطن سے تو نہ کرتے اس کو مگر تھوڑے ان میں سے اور اگر یہ لوگ کرتے وہ کام نصیحت کئے جاتے ہیں جس کی تو ضرور ہوتا بہتر ان کے حق میں اور زیادہ ثابت رکھنے والا ہوتا (دین میں) اور اس وقت ضرور دیتے ہم ان کو اپنے پاس سے بڑا ثواب اور ضرور بتا دیتے ہم ان کو راہ سیدھی۔

تفسیر: (اور ہم اگر لوگوں پر یہ بات) بطور احکام مقصودہ کے (فرض کر دیتے کہ تم خودکشی کیا کرو یا اپنے وطن سے بے وطن ہو جایا کرو تو سوائے گنتی کے چند لوگوں کے) جو مومن کامل ہوتے (اس حکم کو کوئی بھی نہ بجا لاتا) اس سے ثابت ہوا کہ کمال اطاعت کرنے والے کم ہوتے ہیں (اور اگر یہ)

منافق (لوگ جو کچھ ان کو) دل و جان سے رسول کی اطاعت کرنے کی (نصیحت کی جاتی ہے اس پر عمل کیا کرتے تو ان کے لئے) دنیا میں ثواب کے استحقاق کی وجہ سے (بہتر ہوتا اور) نیز تکمیل دین کے اعتبار سے ان کے (ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا) کیونکہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ دین کا کام کرنے سے خود اعتقاد و یقین کی باطنی کیفیت کو ترقی ہوتی ہے (اور اس حالت میں) جب کہ عمل سے خیریت اور دین میں ثبات حاصل ہو جاتا تو آخرت میں (ہم ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتے اور ہم ان کو) جنت کا (سیدھا رستہ بتا دیتے) کہ بے روک ٹوک جنت میں جا داخل ہوں جو کہ اجر عظیم ملنے کا مقام ہے۔

فائدہ: 1 اس گنتی کے چند لوگوں میں تمام صحابہ و مومنین کاملین داخل ہیں جو کہ کافروں اور فاجروں کی تعداد کے مقابلہ میں قلیل ہیں یہ مطلب نہیں کہ اس وقت کے مومنین میں ایسے لوگ صرف دو چار ہوتے اس لئے عَلَيْهِمْ کی ضمیر کا مرجع مطلق ناس کو قرار دیا ہے۔

2 ''بطور احکام مقصودہ'' کی قید اس وجہ سے لگائی ہے کہ جہاد و ہجرت اب بھی مشروع ہیں جن میں اپنی جانوں کا قتل اور گھر سے خروج پایا جاتا ہے لیکن ان میں حکم مقصود اعلائے کلمۃ اللہ اور دشمنان اسلام سے اسلام کی حفاظت کرنا ہے حتیٰ کہ اگر اعلائے کلمۃ اللہ اور حفاظت اسلام حاصل ہو جائے پھر ہجرت و جہاد ختم ہو جاتا ہے۔

ربط: اللہ و رسول کی اطاعت کو ذکر کرنے کے بعد اس پر وعدہ دیتے ہیں۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾

ترجمہ: اور جو کوئی حکم مانے گا اللہ کا اور رسول کا سو وہ ساتھ ہوں گے ان لوگوں کے انعام کیا اللہ نے جن پر یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور اچھے ہیں یہ لوگ بطور رفیق۔ یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور کافی ہے اللہ جاننے والا۔

تفسیر: (اور جو شخص) ضروری احکام میں (اللہ و رسول کا کہنا مان لے گا) اگرچہ طاعات کی کثرت نہ ہونے کے باعث کمال حاصل نہ کر سکے (تو ایسے اشخاص بھی) جنت میں (ان حضرات کے

ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے) اپنے دین اور اپنے قرب اور اپنی قبولیت کا کامل (انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء) علیہم السلام ، اور (صدیقین) جو کہ انبیاء کی امت میں سب سے زیادہ رتبہ کے ہوتے ہیں، جن میں کمال باطنی بھی ہوتا ہے، جن کو عرف میں اولیاء کہا جاتا ہے (اور شہداء) جنہوں نے دین کی محبت میں اپنی جان تک دیدی (اور صلحاء) جو شریعت کے پورے تابعدار ہوتے ہیں واجبات میں بھی اور مستحبات میں بھی جن کو نیک بخت دیندار کہا جاتا ہے (اور یہ حضرات) جس کے رفیق ہوں بہت (اچھے رفیق ہیں) اور اطاعت گزار کی ان کے ساتھ رفاقت ثابت ہے، پس حاصل یہ ہوا کہ اطاعت کا یہ ثمرہ ہے کہ اس کو ایسے رفیق ملے (یہ) معیت اور رفاقت ان حضرات کے ساتھ محض (فضل ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے) یعنی عمل کا اپنا اجر نہیں ہے کیونکہ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ عمل کے مطابق جو درجہ تھا وہاں سے آگے نہ جا سکتا تھا، پس یہ بطور انعام کے ہے (اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والے ہیں) ہر ایک کے عمل کو اور اس کے تقاضے کو، اور اس تقاضے سے زائد مناسب انعام کی مقدار کو خوب جانتے ہیں، کیونکہ اس انعام میں بھی تفاوت ہوگا، کسی کو ان حضرات سے بار بار قرب ہوگا، کسی کو گاہ بگاہ۔

فائدہ: 1 یہاں ساتھ ہونے سے یہ بتانا مقصود نہیں کہ وہ اشخاص جنت میں جائیں گے کیونکہ اس مقام میں مدح وفضیلت بیان کرنا مقصود ہے جنت میں داخلہ بیان کرنا مقصود نہیں۔ اور یہ مطلب بھی نہیں کہ جنت میں داخلہ کے بعد یہ اشخاص خاص ان حضرات کے درجہ میں چلے جائیں گے کیونکہ قرآن پاک میں ہے **هُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ اللّٰهِ** یعنی اللہ کے نزدیک ان کے مختلف درجے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنے کمتر درجہ سے ان کے اعلیٰ درجہ میں پہنچ کر زیارت و ملاقات بھی کر سکیں گے اور اس درجہ کی برکات بھی حاصل کریں گے۔

2- ضروری احکام کے درجے بھی مختلف ہیں۔ پہلا درجہ وہ ہے جس سے آدمی مومن بن جاتا ہے اور اس سے بڑا وہ ہے جس میں گناہگار کے لقب سے بچ جاتا ہے۔ پس جس درجے کے ضروری احکام میں اطاعت ہوگی اس درجہ کی معیت ہوگی اور اس سے بھی اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ظاہری و باطنی مستحب کاموں کو بھی بجالائے ۔ یہ درجہ اس لئے مراد نہیں کیونکہ ان سے تو آدمی خود صلاح کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے۔

3- مذکورہ چار طبقوں میں سے ہر ایک میں مختلف درجے پائے جاتے ہیں مثلاً صدیقین و اولیاء میں آپس میں بہت تفاوت ہوگا۔ سب سے اوپر کے درجے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

ربط: مخالفین کے ساتھ معاملات میں سے آگے جہاد کے احکام ذکر کرتے ہیں۔

www.askfatwa.com

حکم 20: جہاد اور اس کی فضیلت

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ خُذُوا۟ حِذْرَكُمْ
فَٱنفِرُوا۟ ثُبَاتٍ أَوِ ٱنفِرُوا۟ جَمِيعًا ﴿٧١﴾ وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ ج
فَإِنْ أَصَٰبَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَىَّ إِذْ لَمْ
أَكُن مَّعَهُمْ شَهِيدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ أَصَٰبَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ ٱللَّهِ
لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُنۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُۥ مَوَدَّةٌ يَٰلَيْتَنِى كُنتُ
مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَٰتِلْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱلَّذِينَ
يَشْرُونَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا بِٱلْءَاخِرَةِ ط وَمَن يُقَٰتِلْ فِى سَبِيلِ
ٱللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٤﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! پکڑو اپنی احتیاط پھر نکلو متفرق ہو کر یا نکلو سب اکٹھے ہو کر اور یقیناً تم میں بعض ایسا ہے جو ہٹتا ہے پھر اگر پہنچ جائے تم کو مصیبت تو کہتا ہے بے شک فضل کیا اللہ نے مجھ پر کہ نہ ہوا میں ان کے ساتھ حاضر۔ اور اگر پہنچ جائے تم کو فضل اللہ کی طرف سے تو (اس طرح) کہتا ہے کہ گویا نہ تھی تم میں اور اس میں کچھ دوستی اے کاش کہ میں ہوتا ان کے ساتھ تو پاتا بڑی کامیابی۔ سو چاہیئے کہ لڑے (بڑی کامیابی کا طالب) اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو خریدتے ہیں دنیوی زندگی کو آخرت کے بدلے میں۔ اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں پھر مارا جائے یا غالب ہو جائے تو ہم دیں گے اس کو بڑا ثواب۔

تفسیر: (اے ایمان والو) کافروں کے مقابلہ میں (اپنی تو احتیاط رکھو) یعنی ان کے داؤ گھات سے بھی ہوشیار رہو اور قتال کے وقت سامان، ہتھیار، ڈھال اور تلوار سے بھی درست رہو (پھر) ان سے لڑائی کے لئے (متفرق طور پر یا مجتمع طور پر) جیسا موقع ہو (نکلو اور تمہارے مجمع میں) جس میں بعضے منافقین بھی شامل ہو رہے ہیں (یقیناً بعض بعض شخص ایسا ہے) مراد اس سے منافقین ہیں (جو ہٹتا ہے) یعنی جہاد میں شریک نہیں ہوتا (پھر اگر تم کو کوئی حادثہ پہنچ گیا) جیسے شکست وغیرہ (تو) اپنے نہ جانے پر خوش ہو کر (کہتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ) لڑائی

میں (حاضر نہیں ہوا) نہیں تو مجھ پر بھی مصیبت آتی (اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جاتا ہے) یعنی فتح و غنیمت حاصل ہوتی ہے (تو ایسے طور پر) خود غرضی کے ساتھ (کہ گویا تم میں اور اس میں کچھ تعلق ہی نہیں) مال کے فوت ہونے پر افسوس کر کے (کہتا ہے، ہائے کیا خوب ہوتا کہ میں بھی لوگوں کا شریک حال ہوتا) یعنی جہاد میں جاتا (تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی ہوتی) کہ مال و دولت لاتا۔ اور خود غرضی اور بے تعلقی اس کہنے سے ظاہر ہے ورنہ جس سے تعلق ہوتا ہے اس کی کامیابی پر تو خوش ہوتے ہیں یہ نہیں کہ اپنا افسوس کرنے بیٹھ جائے اور اس کی خوشی کا نام بھی نہ لے، اللہ تعالیٰ اس شخص کے حق میں فرماتے ہیں کہ جو واقعی بڑی کامیابی ہے وہ مفت نہیں ملتی اگر اس کا طالب ہے (تو ہاں اس شخص کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں) یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کی نیت سے جو کہ موقوف ہے ایمان و اخلاص پر، یعنی مسلمان و مخلص بن کر (ان) کافر (لوگوں سے لڑے جو آخرت) چھوڑ کر اس (کے بدلے دنیوی زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہیں) یعنی اس شخص کو اگر فوز عظیم کا شوق ہے تو دل درست کر لے، ہاتھ پاؤں ہلائے، مشقت جھیلے، تیغ و سنان کے سامنے سینہ سپر بنے دیکھو فوز عظیم ہاتھ آتا ہے یا نہیں، پھر جو شخص اتنی مصیبت جھیلے سچی کامیابی اس کی ہے، کیونکہ دنیا کی کامیابی اول تو حقیر، پھر کبھی ہے کبھی نہیں، کیونکہ اگر غالب آ گئے تو ہے ورنہ نہیں (اور) آخرت کی کامیابی جس کا ایسے شخص کے لئے وعدہ ہے ایسی ہے کہ عظیم بھی اور پھر ہر حالت میں ہے کیونکہ اس کا قانون یہ ہے کہ (جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر خواہ) مغلوب ہو جائے حتیٰ کہ (جان) ہی (سے مارا جائے یا غالب آ جائے ہم) ہر حالت میں (اس کو) آخرت کا (اجر عظیم دیں گے) جو کہ فوز عظیم کہنے کے لائق ہے۔

فائدہ: یہاں دو حکم ذکر کئے دفاع کا سامان کرنا اور جہاد کرنا۔ اس مقام میں مقصود اصلی جہاد کا حکم ہے مگر دفاع کے حکم کو پہلے اور تصریح کے ساتھ ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت پر دلیل ہے کہ حفاظت کا زیادہ اہتمام فرمایا۔

ربط: آگے بھی جہاد کی تاکید ہے اس طریقے سے کہ اس کا ایک داعی ذکر کیا جو کمزور مسلمانوں کا ستم رسیدہ ہونا ہے اور ساتھ ہی نصرت کا اشارہ بھی دیا۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ
الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا
مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا

وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ
فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿٧٦﴾

ترجمہ: اور کیا عذر ہے تمہارے لئے کہ نہیں لڑتے تم اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کے لئے مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں اس کے رہنے والے اور کردے ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور کردے ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار، جو لوگ ایمان والے ہیں وہ تو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں وہ لڑتے ہیں شیطان کی راہ میں تو لڑو تم شیطان کے حمایتیوں سے بیشک شیطان کی تدبیر ہے کمزور۔

تفسیر: (اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو) باوجودیکہ اس کا قوی داعی موجود ہے، کیونکہ یہ جہاد (اللہ کی راہ میں) ہوتا ہے، یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہے جس کا اہتمام ضروری ہے (اور) ایک اور داعی بھی موجود ہے یعنی دین کی سربلندی کے آثار میں سے ایک خاص اثر کی ضرورت بھی درپیش ہے، وہ یہ کہ کمزور مسلمانوں کی خاطر سے بھی لڑنا ضروری ہے تا کہ وہ کفار کے پنجہ ستم سے رہائی پائیں۔ (جن) بیچاروں (میں کچھ مرد ہیں، کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں جو) کفار سے تنگ و پریشان ہو ہو کر (دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو) کسی طرح (اس بستی سے) یعنی مکہ سے جو ہمارے لئے جیل خانہ بنا ہوا ہے (باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں) کہ ہم پر آفت ڈھا رکھی ہے (اور ہمارے لئے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کر دیجئے اور ہمارے لئے غیب سے کسی حامی کو بھیجئے) کہ ہماری حمایت کر کے ان ظالموں کے پنجہ سے چھڑا دے (جو لوگ پکے ایمان دار ہیں وہ) تو ان احکام کو سن کر (اللہ کی راہ میں) یعنی غلبہ اسلام کے قصد سے (قتال کرتے ہیں اور جو لوگ) ان کے مقابلہ میں (کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں) یعنی غلبہ کفر کے قصد سے (لڑتے ہیں) اور ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے اللہ کی نصرت ایمان داروں کو حاصل ہوگی اور جب ایمان داروں کے ساتھ اللہ کی مدد ہے (تو) اے ایماندارو (تم شیطان کے ساتھیوں سے) یعنی کافروں سے جو کہ اللہ کی مدد سے محروم ہیں (لڑائی کرو) اور گو کافر بھی غلبہ کی مختلف تدبیریں کرتے ہیں لیکن (واقع میں) وہ شیطانی تدبیریں ہیں کہ شیطان وہ تدبیریں سمجھاتا ہے اور بے شک (شیطانی تدبیر) خود (لچر ہوتی ہے) کیونکہ اس میں غیبی امداد

www.askfatwa.com

نہیں ہوتی اور کبھی چند روزہ غلبہ ہو جائے تو یہ درحقیقت کافروں کو چند روزہ مہلت اور ڈھیل دینا ہے۔ تو کافروں کی تدبیر اس غیبی امداد کا کیا مقابلہ کرے گی جو مومنین کو حاصل ہے۔

خلاصہ یہ کہ داعی بھی ہے اور وعدہ نصرت بھی ہے، پھر کیا عذر ہے؟ اس لئے مکرر تاکید کی گئی۔

فائدہ: مکہ میں ایسے کمزور مسلمان رہ گئے تھے جو جسمانی ضعف اور کم سامانی کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے تھے اور بعد میں کافروں نے بھی ان کو جانے سے روک دیا اور طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کر دیں، تاکہ یہ لوگ اسلام سے پھر جائیں، ان میں سے بعض حضرات یہ ہیں مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ رضی اللہ عنہا ،سلمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ ، ولید بن ولید رضی اللہ عنہ اور ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ یہ حضرات اپنے ایمان کی پختگی کی وجہ سے ان کے ظلم وستم کو جھیلتے اور سہتے رہے، اور اسلام پر بڑی مضبوطی سے جمے رہے، البتہ اللہ تعالیٰ سے ان مصائب سے نجات کی دعائیں انہوں نے برابر جاری رکھیں، آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ جہاد کر کے ان کو کفار کے جبر وتشدد سے چھٹکارا دلوائیں۔

اس آیت میں کمزور بے بس مومنین نے اللہ تعالیٰ سے دو چیزوں کی درخواست کی تھی، ایک یہ کہ ہم کو اس قریہ سے نکالیں۔ یہاں قریہ سے مراد مکہ ہے دوسری یہ کہ ہمارے لئے کوئی حامی اور مددگار بھیج دیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دونوں باتیں قبول فرمائیں ہیں، اس طرح کہ بعض کو وہاں سے نکلنے کے مواقع میسر کئے جس سے ان کی پہلی بات پوری ہوئی بعض اسی جگہ رہے یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو ان کا متولی مقرر کیا جنہوں نے اپنے زمانہ حکومت میں سب کو خوب آرام پہنچایا اس سے ان کی دوسری بات پوری ہوئی۔

ربط: اوپر جہاد کا وجوب اور اس کے فضائل کا بیان کر کے اس کی ترغیب تھی۔ ایک اور طریقے سے جہاد کی ترغیب یعنی جہاد میں بعض مسلمانوں کے مستعد نہ ہونے پر ان کی ایک لطف آمیز شکایت کے طریقے سے ترغیب دی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ مکہ میں کفار بہت ستاتے تھے۔ اس وقت بعض اصحاب نے جہاد کی اجازت اصرار سے چاہی مگر اس وقت صبر اور درگذر کرنے کا حکم تھا۔ ہجرت کے بعد جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو طبعاً بعض کو دشوار ہوا اس پر یہ شکایت فرمائی گئی اور چونکہ انکار یا حکم پر اعتراض مقصود نہ تھا بلکہ محض تمنا تھی کہ یہ حکم کچھ اور موخر ہوتا اس لئے ڈانٹ ڈپٹ نہیں ہے بلکہ محض لطف آمیز شکایت ہے۔ اس تمنا کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام طور سے محرک کے وقت کام زیادہ آسان ہوتا ہے تو مکہ میں کفار کی ایذاؤں سے جوش اٹھتا تھا۔ ہجرت کے بعد جو امن ہوا اتنا جوش نہ رہا اب طبعی مصلحتیں خیال میں آنے لگیں۔ اس شکایت کے ساتھ ترغیب جہاد کے طور پر دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کی بقا اور موت سے کسی

حال میں نہ بچ سکنا مذکور ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ
يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا
لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ط
قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى قف وَ
لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧٧﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ
فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ط

ترجمہ: کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو کہا گیا تھا جن کو کہ روکے رکھو اپنے ہاتھ اور قائم کرو نماز اور دیتے رہو زکوۃ، پھر جب فرض کیا گیا ان پر جہاد اس وقت کچھ لوگ ان میں سے ڈرنے لگے لوگوں سے جیسے ڈرنا ہو اللہ سے یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور کہنے لگے اے ہمارے رب کیوں فرض کیا تو نے ہم پر جہاد، کیوں نہ مہلت دی ہم کو قریبی مدت تک۔ کہہ دے کہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے اس کے لئے جو پرہیز گاری کرے اور نہ ظلم کئے جاؤ گے تم ایک تاگے برابر۔ جہاں کہیں تم ہو گے پالے گی تم کو موت اگرچہ تم ہو مضبوط قلعوں میں۔

تفسیر: اے مخاطب (کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا) کہ حکم جہاد کے نازل ہونے سے پہلے تو جنگ کرنے کا انکا ایسا تقاضا تھا کہ (ان کو) منع کرنے کے لئے (یہ کہا گیا تھا کہ) ابھی (اپنے ہاتھوں کو) لڑنے سے (روکے رہو اور) جو جو حکم تم کو ہو چکے ہیں ان میں لگے رہو مثلاً (نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوۃ دیتے رہو)۔ یا تو یہ حالت تھی اور یا (پھر جب ان پر جہاد کرنا فرض کر دیا گیا تو کیا حال ہوا کہ ان میں سے بعض بعض آدمی) مخالف (لوگوں سے) طبعاً (ایسا ڈرنے لگے) کہ ہم کو قتل کر دیں گے (جیسے) کوئی (اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنا) زیادہ ڈرنے کے دو معنی ہیں سکتے ہیں، ایک یہ کہ اکثر اللہ تعالیٰ سے ڈرنا عقلاً ہوتا ہے اور دشمن کا ڈر طبعی ہے اور قاعدہ ہے کہ طبعی حالت عقلی حالت سے شدید ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ سے تو جیسے خوف ہوتا ہے ویسے ہی امید رحمت بھی ہوتی ہے جب کہ کافر دشمن سے تو ضرر کا خوف ہی خوف ہوتا ہے۔ البتہ چونکہ یہ خوف طبعی تھا اس لئے گناہ نہیں ہوا (اور) یا قتال کے

www.askfatwa.

حکم کوملتوی کرنے کی تمنا میں (یوں کہنے لگے) خواہ زبان سے یا دل سے اور خدا تعالیٰ کے علم میں تو دل کی بات اور زبانی قول دونوں برابر ہیں (کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ابھی سے ہم پر جہاد) کیوں (فرض کر دیا ہم کو) اپنی عنایت سے (تھوڑی اور مدت مہلت دیدی ہوتی) ذرا بے فکری سے اپنی ضروریات پوری کر لیتے اور چونکہ یہ عرض کرنا بھی بطور اعتراض یا انکار کے نہ تھا اس لئے گناہ نہیں ہوا، آگے جواب ارشاد ہے کہ اے محمد ﷺ (آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا فائدہ) جس کے لئے تم مہلت کی تمنا کرتے ہو (محض چند روزہ ہے اور آخرت) ہر طرح سے (بہتر ہے) تو جہاد سے اور قتل ہونے سے کیوں گھبراتے ہو بلکہ اس کی طرف سبقت کرو اور یاد رکھو کہ آخرت کی بہتری (ان لوگوں کے لیے) ہے (جو) اللہ تعالیٰ کی (نافرمانی سے بچتے ہیں) اور اس کی مرضیات پر چلتے ہیں (اور تم پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا) یعنی جتنے اعمال ہوں گے ان کا پورا ثواب ملے گا، پھر جہاد جیسے عمل کے ثواب سے کیوں خالی رہتے ہو اور اگر جہاد بھی نہ کیا تو کیا وقت معین پر موت سے بچ جاؤ گے؟ ہرگز نہیں، کیونکہ موت کی تو یہ حالت ہے کہ (تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں موت آ دبائے گی اگرچہ پختہ مضبوط قلعوں ہی میں) کیوں نہ (ہو) غرض جب موت اپنے وقت پر ضرور آئے گی اور مر کر دنیا کو چھوڑنا ہی پڑے گا تو آخرت میں خالی ہاتھ کیوں جاؤ۔

منافقوں کا رسول اللہ ﷺ پر الزام اور اس کا جواب

ربط: اوپر ترغیب جہاد میں یہ مذکور ہوا کہ موت اپنے وقت سے نہیں ٹلتی خواہ جہاد میں جاؤ یا نہ جاؤ چونکہ بعض منافقین جہاد میں جانے کو موت میں موثر اور نہ جانے کو حیات میں موثر سمجھتے اور کہتے تھے لَوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَ مَا قُتِلُوا (اگر ہمارے ساتھ رہتے اور جہاد میں نہ جاتے تو نہ ان کو موت آتی اور نہ قتل ہوتے) لہذا کبھی جہاد میں قتل یا موت کا واقعہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ پر الزام لگاتے کہ آپ ہی کے کہنے سے جہاد میں گئے اور موت کا شکار ہوئے۔ اس طرح سے موت میں جہاد کے موثر ہونے کو ثابت کرتے۔ اگر کبھی اسباب کی کمی کے باوجود مسلمانوں کو فتح ہوتی اور مسلمان کہتے کہ اگر موت میں جہاد موثر ہے تو اب وہ اثر کہاں گیا؟ تو کہتے یہ محض منجانب اللہ اتفاقی بات ہے۔ اس پر آگے گفتگو فرماتے ہیں۔

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ
عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۭ
قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ فَمَالِ هٰٓؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ
يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿٧٨﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ

www.askfatwa.com

اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ط

ترجمہ: اور اگر پہنچتی ہے ان لوگوں کو کچھ بھلائی تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر پہنچتی ہے ان کو کچھ برائی تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے۔ کہہ دے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ سو کیا ہے ان لوگوں کو نہیں قریب ہوتے کہ سمجھیں بات کو۔ جو پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی سو اللہ کی طرف سے ہے اور جو پہنچے تجھ کو کوئی برائی سو تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

تفسیر: (اور اگر ان) منافقین (کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے) جیسے فتح و کامیابی (تو کہتے ہیں کہ یہ منجانب اللہ) اتفاقاً (ہوگئی) ورنہ مسلمانوں کی بے تدبیری میں تو کوئی کسر تھی ہی نہیں (اور اگر ان کو کوئی بری حالت پیش آتی ہے) جیسے جہاد میں موت و قتل (تو) اے محمد ﷺ نعوذ باللہ آپ کی نسبت (کہتے ہیں کہ یہ آپ) کی اور مسلمانوں کی بے تدبیری (کے سبب سے ہے) ورنہ چین سے گھروں میں بیٹھے رہتے تو کیوں اس مصیبت میں پڑتے (آپ فرما دیجئے کہ) میرا تو اس میں ذرا بھی دخل نہیں بلکہ (سب کچھ) نعمت وسزا (اللہ ہی کی طرف سے ہے) گو ایک بلاواسطہ ہے اور ایک بواسطہ ہے جیسا کہ اگلی آیت میں اس کی تفصیل آتی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ نعمت تو محض اللہ کے فضل سے ہوتی ہے جس میں بندوں کے اعمال کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ جب کہ سزا ومصیبت اللہ کے عدل سے بندوں کے اعمال بد کے واسطے سے ہوتی ہے۔ لہذا تم جو مصیبت میں میرا دخل سمجھتے ہو واقع میں تمہارے اعمال بد کا اس میں دخل ہے، جیسا احد میں شکست کے اسباب گزر چکے ہیں۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے اگر آدمی ذرا بھی غور کرے تو خوش حالی سے پہلے کوئی نیک عمل اس درجہ کا نہ پائے گا جو اتنے بڑے اور کثیر فضل کا سبب بن سکے محض فضل ہی ثابت ہوگا، اور بدحالی سے قبل ضرور کوئی عمل بد پائے گا جس کی اصل سزا اس بدحالی سے زیادہ ہوتی۔ جب یہ ایسی ظاہر بات ہے (تو ان) حماقت شعار (لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے پاس کو بھی نہیں آتے) سمجھیں گے تو کیا۔ اور ابھی جو اجمالی جواب دیا اس کی تفصیل یہ ہے (اے انسان تجھ کو جو کوئی خوش حالی پیش آتی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے) فضل (ہے اور جو کوئی بدحالی پیش آئے وہ تیرے ہی اعمال بد کے سبب سے ہے) پس اس بدحالی کو شریعت کے احکام پر عمل کرنے کا نتیجہ کہنا یا شارع کی طرف اس کی نسبت کرنا پوری جہالت ہے، جیسا منافقین جہاد اور امام الجہاد یعنی رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت کرتے تھے۔

فائدہ: 1- ان بعض منافیقین کے مِن عِند الله یعنی منجانب اللہ کہنے سے انکا اس کو تسلیم کرنا لازم نہیں آتا کیونکہ ان کی مراد اللہ تعالیٰ کی حمد نہ تھی بلکہ بطور محاورہ کے تھا جیسے عام بول چال میں خلاف

www.askfatwa.com

توقع امور کو کبھی اللہ کی طرف کبھی تقدیر کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ انکا زیادہ مقصود یہ کہنا تھا کہ وہ بھلائی آپ کی وجہ سے نہیں آئی۔

2- بدحالی کو اعمال کا ثمرہ بتایا تو یہ ہر ایک کے لئے نہیں بلکہ بدعمل آدمی کے لئے ہے ورنہ نیک لوگوں کے لئے حوادث و مصائب خود رحمت و تربیت ہے۔

3- یہ جو کہا گیا کہ کوئی نیک عمل اس درجہ کا نہ پائے گا کہ حاصل ہونے والی خوشحالی اس کی پوری پوری جزا ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قبولیت کی تمام شرائط کا علی وجہ الکمال ان اعمال میں پایا جانا مشکل ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ نعمت پر شکر ادا کرنا واجب ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے جو بے شمار نعمتیں عطا کی ہوئی ہیں ان کا شکر ہی پورا ادا ہونا محال ہے تو یہ اعمال تو پورا شکرانہ ہی نہیں بنتے کجا یہ کہ ان پر مزید اجر کے دعویدار ہوں۔ ہاں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ پھر بھی عطا کرتے ہیں اور اس کو جزا کہتے ہیں۔

ربط: اوپر ذکر ہوا کہ منافقین بدحالی کو رسول اللہ ﷺ کی طرف اعتراض اور سوء ادب کی وجہ سے منسوب کرتے تھے۔ اس سے آپ ﷺ کی رسالت کا انکار لازم آتا ہے۔ آگے اس کا ابطال اور رسالت کا اثبات ہے۔

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾

ترجمہ: اور بھیجا ہم نے تجھ کو لوگوں کے لئے رسول اور کافی ہے اللہ گواہ۔

تفسیر: (اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور) اگر کوئی منافق کافر صراحتاً یا ضمناً آپ کی رسالت کا انکار کرے تو اس کے انکار سے آپ کی نبوت و رسالت کی نفی کب ہو سکتی ہے کیونکہ (اللہ تعالیٰ) آپ کی رسالت کے (گواہ کافی ہیں) جنہوں نے قولی اور فعلی شہادت دی ہے۔ قولی تو مثلاً یہی کلمہ کہ وَ اَرْ سَلْنٰکَ اور فعلی یہ کہ معجزات جو اثبات نبوت کی دلیل ہیں آپ کو عطا فرمائے۔

ربط: اثبات رسالت کے بعد رسالت کا حق جو کہ وجوب اطاعت ہے اس کا بیان کرتے ہیں اور مخالفین کی عدم اطاعت پر آپ کی تسلی بھی فرماتے ہیں۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ
وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ ﴿۸۰﴾

ترجمہ: جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرے تو نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو ان پر نگران۔

تفسیر: (جس شخص نے رسول) ﷺ (کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی) اور جس نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی اس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت عقلاً بھی واجب ہے، پس آپ ﷺ کی اطاعت بھی واجب ہوئی (اور جو شخص) آپ ﷺ کی اطاعت سے (رو گردانی کرے سو) آپ کچھ غم نہ کیجئے کیونکہ (ہم نے آپ کو) بطور ذمہ داری کے (ان کا نگراں کر کے نہیں بھیجا) کہ آپ ﷺ ان کو کفر نہ کرنے دیں، بلکہ آپ کا فرض پیغام پہنچا دینے سے پورا ہو جاتا ہے، اگر اس کے بعد بھی وہ کفر کریں تو آپ ﷺ پر کسی باز پرس کا اندیشہ نہیں، آپ ﷺ بے فکر رہیں۔

ربط: اوپر مخالفین کی عدم اطاعت پر آپ ﷺ کو تسلی دی۔ آگے مخالفین کی عدم اطاعت کے واقعہ کو ذکر کرتے ہیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۖ
فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ
تَقُوْلُ ۗ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى
اللّٰهِ ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٨١﴾

ترجمہ: اور وہ کہتے ہیں (ہمارا کام) اطاعت ہے۔ پھر جب باہر جاتے ہیں تیرے پاس سے تو رات کو مشورہ کرتا ہے ایک گروہ ان میں سے برخلاف اس کے جو وہ کہہ چکا تھا۔ اور اللہ لکھتا جاتا ہے جو وہ راتوں کو مشورہ کرتے ہیں۔ سو تو اعراض کر ان سے اور بھروسہ کر اللہ پر اور کافی ہے اللہ کارساز۔

تفسیر: (اور یہ) منافق (لوگ) آپ کے احکام سن کر آپ کے سامنے زبان سے تو (کہتے ہیں کہ ہمارا کام) آپ کی (اطاعت کرنا ہے، پھر جب آپ کے پاس سے) اٹھ کر (باہر جاتے ہیں تو شب کے وقت ان) کے سرداروں (کی ایک جماعت) پوشیدہ (مشورے کرتی ہے برخلاف اس کے جو کچھ زبان سے کہہ چکے تھے) اور چونکہ وہ سردار ہیں اصل مشورہ وہ کرتے ہیں باقی ان کی تابعداری اختیار کرتے ہیں تو اس خلاف میں سب کی ایک حالت ہے (اور اللہ تعالیٰ) سرکاری روزنامچہ میں (لکھتے جاتے ہیں جو کچھ وہ راتوں کو مشورے کیا کرتے ہیں) پھر موقع پر سزا دیں گے (سو آپ ﷺ ان کی بیہودگی کی (طرف التفات) اور اس کا خیال (نہ کیجئے، اور) کچھ فکر نہ کیجئے، بلکہ سارا قصہ (اللہ تعالیٰ کے حوالہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں) وہ خود مناسب طور پر اس کا دفعیہ فرمائیں گے، چنانچہ کبھی ان کی

شرارت سے کوئی ضرر نہیں پہنچا۔

ربط: رسالت کے بڑے دلائل میں سے ایک قرآن پاک ہے۔ انکار رسالت سے اس کا انکار بھی لازم آتا ہے۔ آگے قرآن کی حقانیت کو مقام کی مناسبت سے ثابت کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ منافقین کے سرداروں نے رات کے وقت جس جگہ مشورے کئے تھے اس کے بارے میں انہوں نے بڑی رازداری سے کام لیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کسی انسانی ذریعہ سے اس کی خبر نہیں پہنچی۔ اس کے باوجود آپ جو اس کی خبر دے رہے ہیں تو یہ لامحالہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہے اور قرآن پاک کلام الٰہی ہے۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ﴿۸۲﴾

ترجمہ: کیا وہ نہیں غور کرتے قرآن میں اور اگر یہ ہوتا اللہ کے سوا (کسی اور) کی جانب سے تو وہ ضرور پاتے اس میں بہت تفاوت۔

تفسیر: (کیا یہ لوگ) فصاحت و بلاغت میں اور غیب کی صحیح صحیح خبریں دینے میں قرآن کا معجزہ ہونا دیکھ رہے ہیں اور پھر (قرآن میں غور نہیں کرتے) تا کہ اس کا کلام الٰہی ہونا واضح ہو جائے (اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس) کے مضامین (میں) ان کی کثرت کی وجہ سے واقعیت سے اور حد اعجاز سے (بکثرت تفاوت پاتے) کیونکہ ہر ہر مضمون میں ایک ایک اختلاف بھی ہوتا تو مضامین کی کثرت کے باعث اختلافات بھی کثیر ہوتے۔ جب ایک مضمون میں بھی اختلاف نہیں تو لامحالہ یہ غیر اللہ کا کلام نہیں ہوسکتا۔

فائدہ: بشر کے کلام میں یہ یکسانیت نہیں ہوسکتی کہ نہ کسی جگہ فصاحت و بلاغت میں کمی، نہ توحید و کفر اور حلال و حرام کے بیان میں تناقض اور تفاوت، پھر غیب کی اطلاعات میں بھی نہ کوئی خبر ایسی ہے جو واقع کے مطابق نہ ہو، نہ نظم قرآن میں کہیں یہ فرق کہ بعض فصیح ہو اور بعض رکیک۔ پھر ہر بشر کی تقریر و تحریر پر ماحول کا اثر ہوتا ہے، اطمینان کے وقت کلام اور طرح کا ہوتا ہے پریشانی کے وقت دوسری طرح کا ہے مسرت کے وقت اور رنگ ہوتا ہے اور رنج کے وقت دوسرا لیکن قرآن ہر قسم کے تفاوت اور تناقض سے پاک ہے۔

حکم 21: کچے کم سمجھ مسلمانوں کو حکم کہ جو خبر سنیں اس کی تحقیق اہل حضرات سے کرائیں بلا تحقیق اس کو مت پھیلائیں۔

www.askfatwa.com

وَإِذَا جَآءَهُمْ

أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ

وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٣﴾

ترجمہ: اور جب پہنچتی ہے ان کے پاس کوئی بات امن کی یا ڈر کی تو مشہور کر دیتے ہیں۔اس کو اور اگر حوالہ کر دیتے اس کو رسول کی طرف اور امور کو سمجھنے والوں کی طرف اپنوں میں سے تو جان ہی لیتے اس کو جو تحقیق کر لیا کرتے ہیں اس کی ان میں سے۔اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی مہربانی تو البتہ تم پیروی کرتے شیطان کی مگر تھوڑے۔

تفسیر: (اور جب ان کو کسی) جدید بات (کی خبر پہنچتی ہے خواہ) وہ بات موجب (امن ہو یا) موجب (خوف) مثلاً مسلمانوں کا کوئی لشکر کسی جگہ جہاد کے لئے گیا اور ان کے غالب ہونے کی خبر آئی یہ امن کی خبر ہوئی، یا ان کے مغلوب ہونے کی خبر آئی یہ خوف کی خبر ہے (تو اس) خبر (کو) فوراً (مشہور کر دیتے ہیں) حالانکہ بعض اوقات وہ غلط نکلتی ہے اور اگر صحیح بھی ہوئی تب بھی بعض اوقات اس کا مشہور کرنا انتظامی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے (اور اگر) خود مشہور کرنے کے بجائے (یہ لوگ اس) خبر (کو رسول) ﷺ (کے اور جو) حضرات اکابر صحابہ (ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان) کی رائے (کے اوپر حوالہ رکھتے) اور خود کچھ دخل نہ دیتے (تو اس) خبر کے صحیح و غلط ہونے اور قابل تشہیر ہونے نہ ہونے (کو وہ حضرات تو پہنچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں) اور حقیقت کو پہچان ہی لیتے ہیں، پھر جیسے یہ حضرات عمل درآمد کرتے ویسے ہی ان خبر اڑانے والوں کو کرنا چاہئے تھا، ان کو خود دخل دینے کی کیا ضرورت تھی اور دخل نہ دیتے تو کونسا کام اٹک رہا تھا؟ احکام مذکورہ سنانے کے بعد جو سراسر دنیوی اور اخروی مصلحتوں پر مشتمل ہیں احسان کے طور پر مسلمانوں کو ارشاد ہے (اور اگر تم لوگوں پر خدا تعالیٰ کا) یہ خاص (فضل اور رحمت) کہ تم کو قرآن دیا اور اپنا پیغمبر بھیجا اگر یہ (نہ ہوتا تو تم سب کے سب) دنیوی و اخروی ضرر اختیار کر کے (شیطان کے پیرو ہو جاتے سوائے تھوڑے سے آدمیوں کے) جو خدا داد عقل سلیم کی بدولت کہ وہ بھی ایک خاص فضل و رحمت ہے اس سے محفوظ رہتے ورنہ زیادہ لوگ تباہی میں پڑتے۔ پس تم کو منافقین کے برخلاف ایسے پیغمبر اور ایسے قرآن کو جن کے ذریعے ایسی مصلحتوں والے احکام آتے ہیں بہت غنیمت سمجھنا چاہئے، اور پوری اطاعت کرنا چاہئے۔

www.askfatwa.com

فائدہ: یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جن قلیل کا استثناء کیا گیا ہے ان پر تو پھر بعثت رسول اور قرآن سے کوئی رحمت خاص نہ ہوئی کیونکہ وہ تو ان کے بغیر بھی محض اپنی عقل کی وجہ سے شیطان کے اتباع سے محفوظ رہتے۔ جواب یہ ہے کہ عقل سے بعض احکام کو اجمالی طور پر ہی جان سکتے ہیں جن سے وہ آخرت کے عذاب سے تو بچ جاتے لیکن تفصیلی احکام اور اعلیٰ درجات حاصل کرنے کے طریقوں کو نہ جان سکتے۔ یہ سب کچھ تو وحی سے ہی معلوم کیئے جو بڑا احسان اور بڑی رحمت ہے۔

حکم 22: آگے رسول اللہ کو حکم دیا کہ کچے مسلمان جہاد سے ڈرتے ہیں تو آپ جہاد کیجئے اور اس کی پروا نہ کیجئے کہ کوئی ساتھ دیتا ہے یا نہیں۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ ۚ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا ﴿٨٤﴾

ترجمہ: سو تو لڑ اللہ کی راہ میں۔ نہیں تو مکلّف کیا گیا مگر اپنی جان کا اور ترغیب دے مسلمانوں کو امید ہے کہ اللہ روک دے زور جنگ کافروں کا اور اللہ بہت سخت ہے زور جنگ میں اور بہت سخت ہے سزا دینے میں۔

تفسیر: جب جہاد کی ضرورت معلوم ہوگئی (تو آپ) اے محمد ﷺ (اللہ کی راہ میں) کفار سے (قتال کیجئے) اور اگر بالفرض کوئی آپ کے ساتھ نہ ہو تو کچھ فکر نہ کیجئے کیونکہ (آپ کو سوائے آپ ﷺ کے ذاتی فعل کے) دوسرے شخص کے فعل کا (کوئی حکم نہیں اور) اس کے ساتھ (مسلمانوں کو) صرف (ترغیب دیدیجئے) پھر اگر کوئی ساتھ نہ دے تو آپ ﷺ بری الذمہ ہیں نہ تو باز پرس کی فکر کیجئے جس کی وجہ ذکر ہو چکی اور نہ تنہا رہ جانے کا غم کیجئے جس کی وجہ یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ سے امید ہے) اور یہ امید دلانا وعدہ ہے (کہ کافروں کے زور جنگ کو روک دیں گے) اور ان کو مغلوب کر دیں گے (اور) گو یہ بڑے زوردار نظر آتے ہیں لیکن (اللہ تعالیٰ زور جنگ میں) کئی گنا (زیادہ شدید) اور قوی (ہیں اور) مخالف کو (سخت سزا دیتے ہیں)۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے زور جنگ سے مراد کفار کو مغلوب کر دینے کا سامان کرنا ہے جو زور جنگ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس پیشین گوئی کا پورا ہونا واضح ہے۔ اگر خاص کفار قریش مراد ہوں جب بھی اور اگر ساری دنیا کے کفار مراد ہوں جب بھی کیونکہ کچھ ہی عرصہ میں مسلمانوں نے تمام سلطنتیں فتح کر لیں۔

www.askfatwa

حکم 23: سفارش

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

ترجمہ: جو کوئی سفارش کرے سفارش اچھی ہوگا اس کے لئے حصہ اس کی وجہ سے اور جو کوئی سفارش کرے سفارش بری ہوگا اس کے لئے بوجھ اس کی وجہ سے اور ہے اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا۔

تفسیر: (جو شخص اچھی سفارش کرے) یعنی جس کا طریقہ اور مقصد دونوں شریعت کے مطابق ہوں (اس کو اس) سفارش (کی وجہ سے) ثواب کا (حصہ ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرے) یعنی جس کا طریقہ یا غرض شریعت کے خلاف ہو (اس کو اس) سفارش (کی وجہ سے) گناہ کا (حصہ ملے گا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں) وہ اپنی قدرت سے نیکی پر ثواب اور بدی پر عذاب دے سکتے ہیں۔

فائدہ: 1 طریقہ شریعت کے خلاف ہو یعنی ناجائز ہو کہ مثلاً کسی غریب کی امداد کے لئے کسی امیر سے کہا مگر اس طرح کہ اس کو مجبور کیا اور اس پر گراں ہوا۔ گو غرض بری نہیں مگر طریقہ برا ہے کیونکہ ایذاء مسلم معصیت ہے۔

2 غرض غیر مشروع یہ کہ کسی ظالم کی اعانت کے لئے کہا کہ یہ غرض ہی حرام ہے۔

3 جو سفارش دونوں سے خالی ہو وہ عبادت کی طرح ثواب کا باعث ہے اور اس پر اجرت لینا حرام ہے۔

حکم 29: سلام کا جواب دینا

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾

ترجمہ: اور جب تم کہے جاؤ سلام تو تم سلام کہو بہتر اس سے یا دلوٹا دو اسی کو بیشک اللہ ہے ہر چیز کا حساب کرنے والا۔

تفسیر: (اور جب تم کو کوئی) شریعت کے مطابق (سلام کرے تو تم اس سلام سے اچھے الفاظ

www.askfatwa.com

میں سلام کرو) یعنی جواب دو (یا) جواب میں (ویسے ہی الفاظ کہہ دو) تم کو دونوں اختیار دیئے جاتے ہیں (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر) یعنی ہر عمل پر (حساب لیں گے) یعنی ان کا قانون یہی ہے اور ویسے اپنے فضل سے معاف کردیں وہ اور بات ہے۔

فائدہ: 1 تفسیر میں یہ جو قید لگائی کہ شریعت کے مطابق تو اس سے وہ سلام نکل گئے جو مکروہ ہیں مثلاً پیشاب کرنے والے کو سلام کرنا۔

2 کوئی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے تو اس کو جواب میں وعلیکم السلام کہنا بھی کافی ہے۔

ربط: اوپر بہت سے احکام ذکر ہوئے ہیں۔آگے ان کی تاکید واہتمام کے لئے اپنی عظمت اور قیامت کا ذکر فرماتے ہیں تا کہ حاکم کی عظمت سے اور ان کے دربار میں حاضری وحساب کے ڈر سے احکام پر عمل کرنے کا اہتمام بڑھ جائے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾

ترجمہ: اللہ (ایسا ہے کہ) نہیں کوئی مستحق عبادت مگر وہی۔وہ ضرور جمع کرے گا تم کو قیامت کے دن نہیں ہے کچھ شبہ اس میں اور کون زیادہ سچا ہے اللہ سے بات میں۔

تفسیر: (اللہ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں، وہ ضرور تم سب کو جمع کریں گے قیامت کے دن، اس میں) یعنی قیامت کے دن میں یا اس دن میں جمع کرنے میں (کوئی شبہ نہیں اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کی بات سچی ہوگی) جب وہ خبر دے رہے ہیں تو بالکل ٹھیک ہی ہے۔

حکم 25: قتال وعدم قتال کے تین خاص احکام جو کفار کے بعض خاص خاص حالات کے اعتبار سے ہیں

1- بعض مشرکین مکہ سے مدینہ آئے اور ظاہر کیا کہ ہم مسلمان اور مہاجر ہو کر آئے ہیں۔پھر کچھ وقت کے بعد رسول اللہ ﷺ سے سامان تجارت لانے کا بہانہ کر کے پھر مکہ کو چل دیئے اور پھر نہ آئے۔ان کے بارے میں مسلمانوں کی رائے مختلف ہوئی۔بعض نے کہا یہ کافر ہیں بعض نے کہا یہ مومن ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کا کافر ہونا آیت فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ میں بیان فرما دیا اور ان کے قتل کا حکم دیا۔آیت میں ان کو منافق اس وجہ سے کہا کہ اسلام کا دعوی کرنے کے وقت ہی منافق تھے دل سے ایمان نہ لائے تھے اور منافقین اگرچہ قتل نہ کئے جاتے تھے۔لیکن یہ جب تک ہی تھا کہ وہ اپنا کفر چھپاتے تھے اور ان

لوگوں کا تو ارتداد ظاہر ہو گیا تھا کہ دوبارہ دارالحرب میں جا بسے حالانکہ اس وقت جیسے کسی مسلمان کی شناخت اس سے ہوتی تھی کہ وہ مسجد میں جا کر نماز پڑھتا ہے اسی طرح اس سے بھی ہوتی تھی کہ مجبوری نہ ہونے کی صورت میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرے اور عام منافق بھی مسلمان کہلانے کے لئے ان کی پابندی کرتا تھا۔

2 (ا) وہ کافر جو ان لوگوں سے معاہدہ و مصالحت کر لیں جن سے تمہاری صلح ہے تو وہ کافر بھی تمہاری صلح میں داخل ہو جائیں گے۔

(ب) وہ کافر جو لڑائی سے عاجز ہو کر تم سے صلح کریں اور اس بات کا عہد کریں کہ نہ اپنی قوم کے طرفدار ہو کر تم سے لڑیں گے اور نہ تمہارے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑیں گے اور اس عہد پر قائم بھی رہیں۔ ان دونوں کا حکم یہ ہے کہ ان سے نہ لڑو اور ان کی مصالحت کو منظور کر لو۔ یہ حکم آیت اِلَّا الَّذِیۡنَ یَصِلُوۡنَ اِلٰی قَوۡمٍ ...... الخ میں ہے۔

3- وہ کافر جو تم سے عہد کر جاتے ہیں کہ نہ تم سے لڑیں گے اور نہ اپنی قوم سے لڑیں گے تا کہ تم سے اور اپنی قوم سے دونوں سے امن میں رہیں لیکن اس عہد پر قائم نہیں رہتے بلکہ جب اپنی قوم کا غلبہ دیکھتے ہیں تو ان کے مددگار ہو جاتے ہیں۔ انکا ذکر سَتَجِدُوۡنَ آخَرِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ ...... الخ میں ہے اور ان کے بارے میں یہ حکم ہے کہ ان کو بھی پکڑ کر قتل کرو۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ

فِئَتَيۡنِ وَاللّٰهُ اَرۡكَسَهُمۡ بِمَا كَسَبُوۡا ؕ اَتُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَهۡدُوۡا مَنۡ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ سَبِيۡلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوۡا لَوۡ تَكۡفُرُوۡنَ كَمَا كَفَرُوۡا فَتَكُوۡنُوۡنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوۡا مِنۡهُمۡ اَوۡلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَخُذُوۡهُمۡ وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ وَجَدْتُّمُوۡهُمۡ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوۡا مِنۡهُمۡ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ يَصِلُوۡنَ اِلٰى قَوۡمٍۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ اَوۡ جَآءُوۡكُمۡ حَصِرَتۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَنۡ يُّقَاتِلُوۡكُمۡ اَوۡ يُقَاتِلُوۡا

قَوْمَهُمْ ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ
اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ
اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿٩٠﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ
يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ
فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ
فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ
عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿٩١﴾

ترجمہ: پھر تم کو کیا ہوا کہ منافقوں کے معاملہ میں دو فریق ہو گئے حالانکہ اللہ نے الٹا پھیر دیا ان کو بسبب اس کے جو انہوں نے عمل کیا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کر دے اللہ تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کے لئے کوئی راہ۔ چاہتے ہیں کہ کاش تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے پھر تم سب ایک طرح ہو جاؤ سو تم مت بناؤ ان میں سے دوست یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اللہ کی راہ میں، پھر اگر وہ اعراض کریں تو پکڑو ان کو اور قتل کرو ان کو جہاں تم پاؤ ان کو اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور نہ مددگار۔ مگر وہ لوگ جو جا ملتے ہیں ایک قوم سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے یا وہ آئیں تمہارے پاس اس حالت میں کہ تنگ ہو گئے ان کے دل اس سے کہ وہ لڑیں تم سے یا لڑیں اپنی قوم سے اور اگر چاہتا اللہ تو مسلط کر دیتا ان کو تمہارے اوپر پھر وہ لڑتے تم سے۔ پھر اگر وہ کنارہ کش رہیں تم سے اور نہ لڑیں تم سے اور ڈالیں تمہاری طرف صلح تو نہیں دی اللہ نے تم کو ان پر کوئی راہ۔ تم پاؤ گے کچھ اور لوگوں کو کو جو چاہتے ہیں کہ امن میں رہیں تم سے اور امن میں رہیں اپنی قوم سے جب کبھی وہ متوجہ کئے جاتے ہیں فساد کی طرف تو جا گرتے ہیں اس میں۔ پھر اگر وہ کنارہ کشی نہ کریں تم سے اور نہ ڈالیں تمہاری طرف صلح اور نہ روکیں اپنے ہاتھ تو پکڑو ان کو اور قتل کرو ان کو جہاں تم پاؤ ان کو اور یہ ہیں کہ بنائی ہے ہم نے تمہارے لئے ان کے خلاف حجت کھلی۔

تفسیر: پہلے گروہ کا بیان: جب تم ان مرتدین کی حالت دیکھ چکے (پھر تم کو کیا ہوا کہ ان منافقین کے بارے میں) تم اختلاف رائے کر کے (دو گروہ ہو گئے) کہ ایک گروہ ان کو اب بھی مسلمان

www.askfatwa.c

کہتا ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو) ان کے اعلانیہ کفر کی طرف (الٹا پھیر دیا ان کے عمل کے سبب) اور وہ عمل یہ تھا کہ انہوں نے بظاہر ہجرت کر کے بلا کسی مجبوری کے دارالاسلام کو چھوڑ دیا اور اپنی ظاہری ہجرت بھی ترک کر دی جب کہ اس وقت دارالہجرت سے واپس چلے جانا اسلام سے پھر جانے اور مرتد ہو جانے کی نشانی تھی۔ لہٰذا اس کے باوجود ان کو مومن کہنا درست نہیں۔ اور چونکہ واقع میں وہ پہلے ہی مسلمان نہ ہوئے تھے اور اسی وجہ سے ان کو منافق کہا (کیا تم لوگ) اے وہ گروہ جن کو دارالاسلام کے اس ترک کا علامت کفر ہونا معلوم نہیں (اس کا ارادہ رکھتے ہو کہ ایسے لوگوں کو ہدایت کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے) جب کہ انہوں نے خود گمراہی اختیار کی (گمراہی میں ڈال رکھا ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ بندے کے عزم فعل کے وقت اس فعل کو پیدا کر دیتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو شخص مومن نہیں اور گمراہ ہے اس کو تم جو ہدایت یافتہ مومن کہتے ہو یہ تمہارے لئے جائز نہیں مومن وہ ہوتا ہے جس میں ایمان ہو اور اس وقت تک ایمان ہے نہیں تو کیا اب ایمان پیدا کرو گے جو اس کو مومن کہہ سکو (اور) یہ محال ہے۔ کیونکہ (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں اس کے) مومن ہونے کے (لئے کوئی راہ نہ پاؤ گے) لہٰذا ان لوگوں کو مومن نہ کہنا چاہئے اور بھلا وہ خود کیا مومن ہوں گے؟ ان کے کفر میں غلو کی تو یہ حالت ہے کہ (وہ اس تمنا میں ہیں کہ جیسے وہ کافر ہیں تم بھی) خدا نہ کرے (کافر بن جاؤ پھر تم اور وہ سب ایک طرح ہو جاؤ سو) ان کی جب یہ حالت ہے تو (ان میں سے کسی کو دوست مت بنانا) کیونکہ دوستی کے جواز کے لئے اسلام شرط ہے۔ اور جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا اس وقت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھا اور کوئی مجبوری نہ ہونے کی صورت میں اسلام کی تکمیل اسی سے سمجھی جاتی تھی اور وہ ہر کسی کے اسلام کی شناخت بن گئی تھی اس لئے (جب تک وہ اللہ کی راہ میں) تکمیل اسلام کے لئے (ہجرت نہ کریں) ان کو دوست نہ بنانا۔ تکمیل اسلام کی قید اس لئے ہے کہ صرف دارالاسلام میں آنا کافی نہیں کیونکہ ویسے تو کفار تاجر بھی آ جاتے ہیں، بلکہ اسلامی حیثیت سے آئیں یعنی اسلام بھی ظاہر کریں تاکہ اقرار اور ہجرت دنوں ہی ہو جائیں اور رہی قلبی تصدیق تو اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہوسکتا ہے مسلمانوں کو اس کی تفتیش ضروری نہیں (اور اگر وہ) اسلام سے (اعراض کریں) اور کافر ہی رہیں (تو ان کو پکڑو اور قتل کرو جس جگہ ان کو پاؤ اور نہ ان میں کسی کو دوست بناؤ اور نہ مددگار بناؤ) مطلب یہ کہ کسی حالت میں ان سے کوئی تعلق نہ رکھو، نہ ان سے امن میں دوستی رکھو نہ خوف میں ان سے مدد لو بلکہ ان سے الگ تھلگ رہو۔

دوسرے گروہ کا بیان: (مگر) ان کفار میں (جو لوگ ایسے ہیں جو کہ) تمہارے ساتھ مصالحت سے رہنا چاہتے ہیں، جس کے دو طریقے ہیں، ایک تو یہ کہ وہ (ایسے لوگوں سے جا ملتے ہیں) اور مصالحت

ومعاہدہ کرلیتے ہیں (کہ تمہارے اوران کے درمیان عہد) صلح (ہے) جیسے بنومدلج، کہ ان سے صلح ہوئی تو ان کے ساتھ جن کے معاہدے تھے وہ بھی اس استثناء میں آگئے تو بنو مدلج بدرجہ اولیٰ مستثنیٰ ہوئے (یا) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ (خود تمہارے پاس اس حالت میں آئیں) یا رابطہ کریں (کہ ان کے دل تمہارے ساتھ اوراپنی قوم کے ساتھ بھی لڑنے سے منقبض ہوں) اس لئے نہ تو اپنی قوم کے ساتھ ہوکر تم سے لڑیں اور نہ تمہارے ساتھ ہوکر اپنی قوم سے لڑیں بلکہ ان سے بھی صلح رکھیں اور تم سب سے بھی، پس دونوں طریقوں میں سے جس طریقے سے کوئی مصالحت رکھے وہ مذکورہ حکم یعنی پکڑنے اور قتل کرنے سے مستثنیٰ ہیں (اور) تم ان لوگوں کی صلح کی درخواست میں اللہ تعالیٰ کا احسان مانو کہ ان کے دل میں تمہاری ہیبت ڈال دی ورنہ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط) اور دلیر (کر دیتا پھر وہ تم سے لڑنے لگتے) مگر خدا تعالیٰ نے تم کو اس پریشانی سے بچالیا (پھر اگر) صلح کر کے (وہ تم سے کنارہ کش رہیں یعنی تم سے نہ لڑیں اور تم سے معاملہ سلامت روی کا رکھیں) ان سب الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ صلح سے رہیں، کئی لفظ تاکید کے لئے فرما دیئے (تو) اس حالت صلح میں (اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر) قتل یا قید وغیرہ کی (کوئی راہ نہیں دی) یعنی اجازت نہیں دی۔

تیسرے گروہ کا بیان: (بعضے ایسے بھی تم کو ضرور ملیں گے) یعنی ان کی یہ حالت معلوم ہو گی (کہ) دھوکہ سے (وہ یہ) بھی (چاہتے ہیں کہ تم سے بھی بے خطر ہوکر رہیں اور اپنی قوم سے بھی بے خطر ہوکر رہیں) اور اس کے ساتھ ہی (جب کبھی ان کو) اپنی قوم کی طرف سے (شرارت) وفساد (کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے) یعنی ان کو مسلمانوں سے لڑنے کے لئے کہا جاتا ہے (تو وہ) فوراً (اس) شرارت (میں جاگرتے ہیں) یعنی مسلمانوں سے لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور وہ دھوکہ کی صلح توڑ دیتے ہیں (سو یہ لوگ اگر) صلح توڑ دیں اور (تم سے) یعنی تمہاری لڑائی سے (کنارہ کش نہ ہوں اور نہ تم سے سلامت روی رکھیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو) تمہارے مقابلہ سے (روکیں) سب کا مطلب مثل سابق کے ایک ہی ہے کہ صلح توڑ دیں (تو تم) بھی (ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں کہیں ان کو پاؤ اور ہم نے تم کو ان پر صاف حجت دی ہے) جس سے ان کا قتل کرنا ظاہر ہے اور وہ حجت ان کا عہد توڑنا ہے۔

حکم 26: کسی مسلمان کو قتل کرنا

قتل دو طرح سے ہوسکتا ہے۔ ایک تو کوئی جان بوجھ کر دوسرے کو قتل کرے یہ قتل عمد ہے۔ دوسرے غلطی سے اپنے ہاتھوں دوسرا قتل ہو جائے یہ قتل خطا ہے۔ پہلے کسی مسلمان کے قتل خطا کا تفصیلی حکم بیان فرماتے ہیں پھر مسلمان کے قتل عمد کا اخروی حکم ذکر کرتے ہیں۔ قتل عمد کے دنیوی حکم یعنی قصاص کا حکم سورت بقرہ میں آ چکا ہے۔

www.askfatwa.com

قتل عمد اس قتل کو کہتے ہیں جس میں مقتول کو عمدا ایسے آلہ سے ضرب لگائی گئی ہو جو جسم کے اعضاء کو جدا کرتا ہو جیسے کوئی ہتھیار ہو یا کوئی دھاری دار لکڑی پتھر یا شیشہ ہو وغیرہ۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا
خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ
مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ
لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ
رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ
تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٩٢﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا
مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
لَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾

ترجمہ: اور نہیں ہے مسلمان کے لیے کہ قتل کرے کسی مسلمان کو مگر غلطی سے اور جو قتل کرے کسی مسلمان کو غلطی سے تو آزاد کرنا ہے ایک مسلمان گردن کو (یعنی غلام یا لونڈی کو) اور خون بہا ہے حوالہ کیا ہوا اس کے گھر والوں کو مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں، پھر اگر مقتول ہو سے اور وہ خود مسلمان ہو تو آزاد کرنا ہے ایک مسلمان گردن کو اور اگر وہ ہو ایسی قوم سے کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے، تو خوں بہا ہے حوالہ کیا ہوا اس کے گھر والوں کو اور آزاد کرنا ہے ایک مسلمان گردن کو۔ پھر جو نہ پائے (لونڈی غلام) تو روزے ہیں دو مہینے کے لگاتار توبہ کے طریقے پر اللہ کی جانب سے اور ہے اللہ جاننے والا حکمت والا۔ اور جو کوئی قتل کرے کسی مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے ہمیشہ رہے گا اسی میں اور غضبناک ہوگا اللہ اس پر اور لعنت کرے گا اس پر اور تیار کرے گا اس کے واسطے بڑا عذاب۔

تفسیر: (اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو) ابتداءً (قتل کرے لیکن غلطی سے) ہو جائے تو اور بات ہے (اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر) شرعاً (ایک مسلمان غلام یا

لونڈی کا آزاد کرنا) واجب (ہے اور خوں بہا) بھی واجب ہے (جو اس) مقتول (کے خاندان والوں کو) یعنی ان میں جو وارث ہیں بقدر حصص میراث (حوالہ کر دی جائے) اور جس کا کوئی وارث نہ ہو تو بیت المال قائم مقام ورثہ کے ہے (مگر یہ کہ وہ لوگ) اس خوں بہا کو (معاف کر دیں) خواہ کل یا بعض جتنی مقدار معاف کریں گے اتنی ہی معاف ہو جائے گی۔ (اور اگر وہ) یعنی خطا سے قتل ہونے والا (ایسی قوم سے ہو جو تمہارے دشمن ہیں) یعنی حربی ہیں اور انہی میں کسی وجہ سے رہتا تھا (اور وہ شخص خود مومن ہے تو) صرف (ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا) واجب ہوگا اور خون بہا نہ ہوگا کیونکہ مقتول کے دارالحرب میں ہونے کی وجہ سے اس کی جان و مال کو تحفظ حاصل نہ رہا۔ (اور اگر) خطا سے قتل کیا جانے والا (وہ شخص اس قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں صلح کا معاہدہ ہو تو خوں بہا) بھی واجب (ہے جو اس) مقتول (کے خاندان والوں کو) یعنی ان میں جو مسلمان وارث ہیں ان کے (حوالہ کر دی جائے) کیونکہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا (اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا) پڑے گا۔ (پھر) جن صورتوں میں غلام لونڈی کا آزاد کرنا واجب ہے (جس شخص کو) غلام لونڈی (نہ ملے) یا اس کے پاس اتنے دام نہ ہوں کہ خرید سکے (تو) اس کے ذمہ بجائے اس آزاد کرنے کے (متواتر) یعنی لگاتار (دو ماہ کے روزے ہیں) یہ آزاد کرنا اور وہ نہ ہو سکے تو روزے رکھنا (بطریق توبہ کے) ہے (جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے) یعنی اس کا یہ طریقہ مشروع ہوا ہے (اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے حکمت والے ہیں) اپنے علم و حکمت سے مصلحت کے مناسب احکام مقرر فرمائے ہیں، گو ہر جگہ حکمت بندہ کو معلوم نہ ہو۔

(اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی) اصلی (سزا) تو (جہنم) میں اس طرح رہنا (ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہے گا) لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ یہ اصلی سزا جاری نہ ہوگی بلکہ ایمان کی برکت سے آخر نجات ہو جائے گی کیونکہ قرآن پاک ہی میں جیسا کہ اس پارے میں گزرا یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ یعنی اللہ تعالیٰ شرک و کفر کو تو معاف نہ کریں گے اس کے علاوہ جس کے لئے چاہیں گے اس کا گناہ معاف کر دیں گے۔ قتل بھی کفر و شرک سے ہٹ کر گناہ ہے لہٰذا قابل معافی ہے۔ (اور اس پر) ایک میعاد معین تک کے واسطے (اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے اور اس کو اپنی رحمت) خاصہ (سے دور کریں گے اور اس کے لئے بڑی سزا) یعنی دوزخ کی سزا (کا سامان کریں گے)۔

حکم 27: شرعی احکام کے اجراء میں مومن کے لئے صرف ظاہری اسلام کافی ہے

لہٰذا جو شخص اسلام کا اظہار کرے اس کے قتل سے دستبردار ہو جانا واجب ہے۔ قرائن سے حقیقت کی تفتیش کرنا اور اسلامی احکام کے جاری کرنے میں اس کے ثبوت کا انتظار کرنا جائز نہیں جیسا کہ بعض صحابہ

www.askfatwa.com

سے بعض غزوات میں غلطی سے واقع ہوا کہ بعض لوگوں کے اظہار اسلام کو محض جان بچانے کی خاطر حیلہ اور جھوٹ سمجھا اور قتل کر ڈالا اور مقتول کا مال غنیمت میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا انسداد فرمایا اور چونکہ اس وقت تک صحابہ کو مسئلہ صراحت سے معلوم نہ تھا اس لئے صرف فہمائش پر اکتفا کیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ
لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ
كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

ترجمہ: اے ایمان والو جب سفر کرو اللہ کی راہ میں تو تحقیق کر لیا کرو اور مت کہو اس شخص کو کہ جو ظاہر کرے تمہارے سامنے اطاعت کو کہ تو نہیں ہے مسلمان۔ تم چاہتے ہو اسباب دنیا کی زندگی کا سو اللہ کے ہاں غنیمتیں ہیں بہت۔ ایسے ہی تو تھے تم بھی اس سے پہلے پھر احسان کیا اللہ نے تم پر سو غور کر لو کر لو۔ بیشک اللہ ہے اس سے جو تم کرتے ہو خبردار۔

تفسیر: (اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں) یعنی جہاد کے لئے (سفر کیا کرو تو ہر کام کو) خواہ کسی کا قتل ہو یا اور کچھ ہو (تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت) کی علامات (ظاہر کرے) جیسے کلمہ پڑھے یا مسلمانوں کے طرز پر سلام کرے تو (یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو) دل سے (تو مسلمان نہیں) محض اپنی جان بچانے کو جھوٹ موٹ اظہار اسلام کرتا ہے (اس طور پر کہ تم دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش کرتے ہو) کہ اس کو قتل کر کے اس کا مال و اسباب غنیمت میں حاصل کرو (سو خدا کے پاس) یعنی ان کے علم و قدرت میں تمہارے لئے (بہت غنیمت کے مال ہیں) جو تم کو جائز طریقوں سے ملیں گے اور یاد کرو کہ (پہلے) ایک زمانہ میں (تم بھی ایسے ہی تھے) کہ تمہارے اسلام کے قبول کا مدار صرف تمہارا دعویٰ و اظہار ہی تھا (پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا) کہ اس ظاہری اسلام پر اکتفاء کیا گیا اور باطنی جستجو پر موقوف نہ رکھا (سو) ذرا اس پر (غور) تو (کرو۔ بیشک اللہ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں) کہ اس حکم کے بعد کون اس پر عمل کرتا ہے کون نہیں کرتا۔

حکم 28: جہاد عام حالات میں فی ذاتہ فرض عین نہیں ہے

www.askfatwa.com

اس لئے اگر بعض لوگ اس میں نہ جائیں تو گناہ نہیں جیسے وَ کُلًّا وَّ عَدَاللّٰہُ الْحُسْنٰی سے معلوم ہوگا۔لیکن پھر بھی اس کے جو مخصوص فضائل ہیں وہ تو جہاد کرنے ہی سے حاصل ہوں گے۔

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۹۶﴾

ترجمہ: نہیں برابر ہوتے بیٹھ رہنے والے مسلمانوں میں سے جو نہیں صاحب عذر، اور (وہ مسلمان) جو جہاد کرتے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے، بڑھا دیا اللہ نے جہاد کرنے والوں کو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے بیٹھ رہنے والوں پر درجہ میں۔ اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے اچھے گھر کا۔ اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اجر عظیم میں (جو کہ) درجے ہیں اللہ کی طرف سے اور بخشش ہے اور مہربانی ہے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

تفسیر: (برابر نہیں ہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں) اور جہاد میں نہ جائیں (اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ) یعنی مالوں کو خرچ کر کے اور جانوں کو حاضر کر کے (جہاد کریں) بلکہ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ ہی بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے۔ اور) ویسے تو فرض عین نہ ہونے کی وجہ سے گناہ ان بیٹھنے والوں پر بھی نہیں بلکہ ایمان اور دوسرے فرائض عین بجا لانے کے سبب سے (سب سے) یعنی مجاہدین سے بھی اور بیٹھنے والوں سے بھی (اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا یعنی جنت کا آخرت میں (وعدہ کر رکھا ہے۔ اور) اوپر جو مبہم کہا گیا ہے کہ مجاہدین کا بڑا درجہ ہے اس کی تعیین یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ نے مجاہدین) مذکور (کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر دیا ہے) وہ درجہ اجر عظیم کا ہے۔ اس کی تفصیل میں فرماتے ہیں (یعنی) بہت سے اعمال جو مجاہد سے صادر ہوتے ہیں انکی وجہ سے (ثواب

www.askfatwa.com

کے بہت سے درجے ہیں جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور) گناہوں کی (مغفرت اور رحمت) بھی ملے گی۔ یہ سب اجر عظیم کی تفصیل ہوئی (اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑے رحمت والے ہیں)۔

فائدہ: 1- ان کثیر اعمال کا ذکر سورت توبہ کی آیت 120 میں ہے۔ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ لَا یُصِیْبُھُمْ ظَمَاٌ ...... الخ یعنی ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو مشقت پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے غیظ کا سبب بنا ہو اور دشمنوں کی جو خبر لی۔

2- بلا عذر کی قید اس لئے ہے کہ حدیثوں میں تصریح ہے کہ اگر نیک کام کا عزم ہے اور کسی عذر سے نہ کر سکے تو اس کام کا اجر ملتا ہے۔ پس کرنے والے اور عزم رکھنے والے ثواب کی مقدار میں برابر ہیں جس کا ذکر یہاں زیادہ مقصود ہے البتہ کیفیت میں فرق ہوسکتا ہے۔

حکم 29: ہجرت کی فرضیت کا حکم

اِنَّ الَّذِیْنَ
تَوَفّٰىھُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا
مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً
فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۹۷﴾
اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ
حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ
عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ
یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ
مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ
عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: بے شک وہ لوگ کہ جان نکالتے ہیں جن کی فرشتے اس حالت میں کہ وہ لوگ ظلم کرنے والے تھے اپنی جانوں پر (ان سے فرشتے) کہتے ہیں تم کس کام میں تھے وہ کہتے

ہیں ہم تھے بے بس زمین میں۔ (اس پر وہ فرشتے) کہتے ہیں کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ کہ تم ہجرت کر جاتے اس میں۔ سو یہ لوگ کہ ٹھکانا ان کا دوزخ ہے اور وہ بری ہے جانے کی جگہ۔ مگر جو ہیں بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے کہ نہیں کر سکتے کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں (کہیں کا) راستہ سو ایسے لوگ امید ہے کہ اللہ معاف کرے ان کو اور ہے اللہ معاف کرنیوالا بخشنے والا۔ اور جو کوئی ہجرت کرے گا اللہ کی راہ میں پائے گا روئے زمین میں جگہ بہت اور کشادگی۔ اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے ہجرت کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف پھر آ پکڑے اس کو موت تو ثابت ہو چکا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

تفسیر: (بے شک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے) ہجرت کرنے پر قدرت کے باوجود ہجرت کے تارک ہو کر (اپنے کو گنہگار کر رکھا تھا تو) اس وقت (وہ) فرشتے (ان سے کہتے ہیں کہ تم) دین کے (کس) کس ضروری (کام میں) لگے ہوئے (تھے) کہ ان کی وجہ سے تم ہجرت نہ کر سکے (وہ) جواب میں (کہتے ہیں کہ ہم) اپنی بود و باش کی (سرزمین میں محض مغلوب تھے) اس لئے دین کی بہت سی ضروریات پر عمل نہ کر سکتے تھے اور ان فرائض کے ترک میں معذور تھے (وہ) فرشتے (کہتے ہیں) اگر اس جگہ نہ کر سکتے تھے تو (کیا خدا تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم ترک وطن کر کے اس) سے کسی دوسرے حصہ (میں چلے جاتے) اور وہاں جا کر فرائض کو ادا کرتے۔ اس سے وہ لاجواب ہو جائیں گے اور ان کا جرم ثابت ہو جائے گا (سو ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور جانے کے لئے وہ بری جگہ ہے، لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے) واقع میں ہجرت پر بھی (قادر نہ ہوں کہ نہ تو کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ ہی راستہ سے واقف ہیں، سو ان کے بارے میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے بڑے مغفرت کرنے والے ہیں۔ اور) جن لوگوں کے لئے ہجرت مشروع ہے ان میں سے (جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں) یعنی دین کے لئے (ہجرت کرے گا تو اس کو روئے زمین پر جانے کی بہت جگہ ملے گی اور) کھل کر دین پر عمل کرنے کی (بہت گنجائش) ملے گی، پس اگر ایسی جگہ پہنچ گیا تو دنیا میں بھی اس سفر سے اور کھل کر دین پر عمل کرنے سے کامیابی ظاہر ہے (اور) اگر اتفاق سے یہ مذکور کامیابی نہ ہوئی تب بھی آخرت کی کامیابی میں تو کوئی تردد نہیں، کیونکہ ہمارا قانون ہے کہ (جو شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کھڑا ہو کہ اللہ و رسول) کے دین کے ظاہر کر سکنے اور اس پر کھل کر عمل کرنے کے مقام (کی طرف ہجرت کروں گا پھر) مقصد کے حاصل کرنے سے پہلے (اس کو موت آ پکڑے، تب بھی اس کا ثواب) جو ہجرت کرنے پر ملتا ہے (ثابت ہو گیا) اور وعدہ کی وجہ سے وہ ایسا ہے جیسے (اللہ کے ذمہ) ہے اور گو نامکمل سفر کو ہجرت نہیں کہہ سکتے، لیکن صرف اچھی نیت سے

www.askfatwa.com

اس کے شروع کر دینے پر پورا صلہ عطا ہو گیا (اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں) اور نامکمل ہجرت کی برکت سے ہی بہت سے گناہ معاف فرما دیں گے جیسا حدیث میں ہجرت کی فضیلت آئی ہے کہ ہجرت سے سابق گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور (بڑے رحمت والے ہیں) کہ عمل کو اچھی نیت سے شروع کرنے ہی سے پورے عمل کے برابر ثواب عنایت فرماتے ہیں۔

فائدہ: 1- سورت کے بارہویں رکوع میں ہجرت کی فرضیت کا بیان ضمنا ہوا تھا۔ یہاں شروع کی آیت میں جو ڈانٹ اور سزا کا ذکر ہے تو اس فرض کے ترک پر ہے۔

2- یہاں جان قبض کرنے کو فرشتوں کی طرف منسوب کیا اور ان کو جمع کے لفظ سے ذکر کیا جب کہ ایک آیت میں ہے یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ (ملک الموت تمہاری جان قبض کرتے ہیں اور ایک آیت میں ہے اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ (اللہ جانوں کو قبض کرتے ہیں) وجہ یہ ہے کہ حقیقی قبض کرنے والے تو اللہ تعالیٰ ہیں کہ ان ہی کے حکم سے سب کچھ ہوتا ہے اور ظاہری قابض ملک الموت ہیں کہ اللہ کے حکم سے قبض کرتے ہیں اور دوسرے ملائکہ ان کے شریک اور مددگار ہوتے ہیں۔

3- یہاں دو شبہے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جب جن لوگوں کا استثناء کیا وہ گناہگار ہی نہیں تو معافی کا کیا مطلب۔ دوسرے جب عَسٰی کا لفظ جس کا معنی شاید کا ہے اس کی وجہ سے تردد ہے تو معافی کا وعدہ کیسے ہوا۔ پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ معافی اس لئے کہا کہ فی نفسہ تو وہ فعل قبیح اور گناہ ہے اگرچہ کسی خاص شخص کے حق میں گناہ نہ لکھا جائے۔ تو کسی جگہ اس کے نہ لکھنے کو گناہ نہ ہونا قرار دیا اور کہیں معافی کے لفظ سے اس کے فی نفسہ گناہ ہونے کو بتا دیا۔

4- بچے تو فرضیت کے مکلّف نہیں۔ انکا ذکر یہ بتانے کے لئے کیا کہ صرف وہ مرد و عورت مستثنیٰ ہیں جو واقعی اس درجے معذور ہوں کہ بچوں کی طرح مکلّف نہ رہے ہوں۔

5- ابتدائے اسلام میں ہجرت فرض تھی اور فرضیت کے ساتھ ساتھ وہ اسلام کا شعار اور شناخت بھی تھی کیونکہ اس دور میں کوئی بھی مسلمان بلکہ عام منافق بھی جیسے با جماعت نماز ترک کرنے کی جرات نہ کرتا تھا اسی طرح وہ اپنی ہجرت کو ترک کرنے کا سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ اس کے شعار ہونے کی وجہ تھی کہ اگر کوئی بلا عذر ہجرت ترک کر کے اپنے سابقہ علاقہ میں واپس چلا جاتا تو یہ اس کے ارتداد کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ اسی بنا پر فَمَا لَکُمْ فِی الْمُنٰفِقِیْنَ فِئَتَیْنِ والی آیتوں میں ہجرت سے پھر جانے والوں کو مسلمان سمجھنے سے صحابہ کو منع فرمایا اگرچہ وہ واقع میں بھی مرتد ہو گئے تھے۔ ہجرت کی فرضیت کی بنا پر تیسرے رکوع میں ہجرت نہ کرنے والوں کو وعید سنائی۔

البتہ عذر کی حالت میں اس کی فرضیت اور شعاریت دونوں ساقط ہو جاتی تھیں۔ فرضیت کے ساقط

ہونے کی بنا پر اسی رکوع میں مستضعفین کا وعید سے استثناء کیا اور شعاریت کے ساقط ہونے کی بنا پر دارالحرب میں قتل ہونے والے مومن کی دیت کے وجوب کا اور سلام کرنے والے کو قتل کرنے کی حرمت کا حکم فرمایا اور اس کی اسلام کی صرف دوسری علامتوں مثلاً کلمہ کے اقرار وغیرہ پر اکتفا کرنے کا حکم دیا۔

ربط: اوپر جہاد اور ہجرت کا ذکر تھا۔ چونکہ اکثر حالات میں جہاد اور ہجرت کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے اور نیز ایسے سفر میں مخالف کی طرف سے اندیشہ بھی زیادہ ہوتا ہے اس لئے سفر اور خوف کی رعایت سے نماز میں جو خاص خاص سہولتیں دی گئیں مثلاً قصر اور نماز خوف آگے ان کا ذکر فرماتے ہیں۔

حکم 30: سفر میں نماز قصر کرنا

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكٰفِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿١٠١﴾

ترجمہ: اور جب تم سفر کرو زمین میں تو نہیں تم پر کوئی گناہ کہ کم کر دو نماز میں سے اگر تم خوف کرو کہ ستائیں گے تم کو کافر۔ بے شک کافر ہیں تمہارے دشمن کھلے۔

تفسیر: (اور جب تم زمین میں سفر کرو) جس کی مقدار کا ذکر حدیث میں ہے یعنی تقریباً 78 کلو میٹر ہے (سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا) بلکہ ضروری ہے (کہ تم) ظہر اور عصر اور عشاء کے فرض (نماز) کی رکعات (کو کم کر دو) یعنی چارگی جگہ دو پڑھا کرو (اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے) اور اس اندیشہ کی وجہ سے ایک جگہ زیادہ دیر تک ٹھہرنا خلاف مصلحت سمجھا جائے کیونکہ (بلاشبہ کافر تمہارے صریح دشمن ہیں)۔

فائدہ: 1- زیادہ دیر تک ٹھہرنے کی کم از کم مدت پندرہ دن ورات ہے جو حدیث سے ثابت ہے۔

2- پوری امت کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ سفر میں خوف نہ ہو تب بھی قصر مشروع ہے اور اس اجماع کی بنیاد حدیث ہے۔ آیت میں خوف کا ذکر محض اس وقت کی حالت کے اعتبار سے ہے۔

حکم 31: نماز خوف کا

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ

مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ ۚ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَآئِكُمْ
وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا
حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ
أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۚ وَ
لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ
أَن تَضَعُوٓا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ
عَذَابًا مُّهِينًا ﴿١٠٢﴾

ترجمہ: اور جب تو موجود ہو ان میں پھر پڑھائے تو ان کو نماز تو چاہیے کہ کھڑی ہو ایک جماعت ان میں سے تیرے ساتھ اور لے لیں اپنے ہتھیار پھر جب یہ سجدہ کر لیں تو ہو جائیں تمہارے پیچھے اور آئے دوسری جماعت جس نے نہیں پڑھی نماز اور وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ اور لے لیں اپنا بچاؤ اور اپنے ہتھیار۔ چاہتے ہیں کافر کہ اگر تم غافل ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں سے اور اپنے سامانوں سے تو حملہ کریں تم پر یک بارگی حملہ۔ اور نہیں کچھ گناہ تم پر اگر ہو تم کو تکلیف بارش سے یا ہو تم بیمار کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار اور لے لو اپنا بچاؤ۔ بیشک اللہ نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے عذاب اہانت آمیز۔

تفسیر: (اور جب آپ ﷺ ان میں تشریف رکھتے ہوں) اور اسی طرح آپ ﷺ کے بعد اور جو امام ہو (پھر آپ ﷺ ان کو نماز پڑھانا چاہیں) اور اندیشہ ہو کہ اگر سب نماز میں لگ جائیں گے تو دشمن موقع پا کر حملہ کر بیٹھے گا (تو) ایسی حالت میں یوں چاہیے کہ جماعت کے دو گروہ ہو جائیں پھر (ان میں سے ایک گروہ) کے لوگ (تو آپ کے ساتھ) نماز میں (کھڑے ہو جائیں) اور دوسرا گروہ نگہبانی کے لئے دشمن کے مقابل کھڑا رہے تا کہ دشمن کو دیکھتا رہے (اور وہ لوگ) جو آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہوں وہ بھی مختصر مختصر (اپنے ہتھیار لے لیں) یعنی نماز سے پہلے لے کر ہمراہ رکھیں شاید مقابلہ کی ضرورت پڑ جائے تو ہتھیار لینے میں دیر نہ لگے، فوراً قتال کرنے لگیں گو نماز قتال سے ٹوٹ جائے گی لیکن گناہ نہیں (پھر جب یہ لوگ) آپ ﷺ کے ساتھ (سجدہ کر چکیں) یعنی ایک رکعت پوری کر لیں (تو یہ

www.askfatwa.com

لوگ) نگہبانی کے لئے (تمہارے پیچھے ہو جائیں) یعنی رسول اللہ ﷺ کے اور دوسرے گروہ کے جو کہ اب نماز میں شامل ہوا ہے۔ پہلا گروہ ان سب کے پیچھے ہو جائے۔ (اور دوسرا گروہ جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی) یعنی شروع بھی نہیں کی وہ اس پہلے گروہ کی جگہ امام کے قریب (آ جائے اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز) کی ایک رکعت جو آپ کی باقی رہی ہے اس کو (پڑھ لیں اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں)۔ اور سامان اور ہتھیار ہمراہ لینے کا اس لئے سب کو حکم کیا ہے کہ (کافر لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے) ذرا (غافل ہو جاؤ تو تم پر ایکبارگی حملہ کر بیٹھیں) سو ایسی حالت میں احتیاط ضروری ہے۔ (اور اگر تم کو بارش) وغیرہ (کی وجہ سے) ہتھیار لے کر چلنے میں (تکلیف ہو یا تم بیمار ہو) اور اس وجہ سے ہتھیار باندھ نہیں سکتے (تو تم کو اس میں) بھی (کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو اور) پھر بھی (اپنا بچاؤ) ضرور (لے لو)۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ کفار کی دشمنی کا صرف دنیا ہی میں علاج کیا گیا ہے بلکہ آخرت میں اس سے بڑھ کر ان کا علاج ہو گا کیونکہ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے)۔

فائدہ: 1- آیت میں ہے وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ یعنی جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اب صلوۃ خوف کا حکم باقی نہیں رہا کیونکہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات اب ہم میں موجود نہیں، نہ سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط اس وقت کے اعتبار سے بیان کی گئی ہے کیونکہ نبی کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا آدمی عذر کے بغیر امام نہیں بن سکتا، آپ ﷺ کے بعد اب جو امام ہو وہی آپ ﷺ کے قائم مقام ہے اور وہی صلوۃ خوف پڑھائے گا۔ چاروں ائمہ کے نزدیک صلوۃ خوف کا حکم آپ ﷺ کے بعد بھی جاری ہے منسوخ نہیں ہوا۔

2- آیت میں دونوں گروہ کے ایک ایک رکعت پڑھنے کا تو ذکر فرمایا دوسری رکعت کا طریقہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو دونوں گروہ نے اپنی ایک ایک رکعت بطور خود پڑھ لی مزید تفصیل احادیث میں ہے، یہ صورت جب ہے کہ امام مسافر ہو جیسا کہ جنگوں میں عام طور سے ہوتا ہے ورنہ ہر گروہ کو دو دو رکعتیں پڑھائے۔

3- یہ جب ہے کہ ایک ہی امام کے ساتھ سب نماز پڑھنا چاہیں ورنہ ہر گروہ علیحدہ امام کے ساتھ پڑھ لے۔ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ کی قید میں یہی نکتہ نظر آتا ہے کیونکہ رسول ﷺ کے ساتھ سب کو نماز پڑھنا محبوب تھا۔

4- ہتھیار وغیرہ ہمراہ رکھنے کا حکم استحباب کا ہے۔

ربط: سفر و خوف کی حالت میں نماز میں تغیر کا ذکر ہوا آگے اس حالت کے ختم ہونے پر نماز میں تغیر کے ختم ہونے کو ذکر فرماتے ہیں۔

www.askfatwa.com

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا
وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ
كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾

ترجمہ: پھر جب تم ادا کر چکو نماز تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو (عام قاعدے کے موافق) قائم کرو نماز کو۔ بیشک نماز ہے مسلمانوں پر فرض اور وقت کے ساتھ محدود

تفسیر: (پھر جب تم نماز) خوف (ادا کر چکو تو) بدستور (اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی) یعنی ہر حالت میں حتی کہ عین لڑائی کے وقت بھی اللہ کا ذکر جاری رکھو دل سے بھی اور احکام شرعیہ کے اتباع سے بھی کہ وہ بھی ذکر میں داخل ہے۔ لڑائی میں خلاف شرع کوئی کارروائی کرنے سے پرہیز کرو، غرض نماز تو ختم ہوئی ذکر ختم نہیں ہوتا، سفر یا خوف کی وجہ سے نماز میں تو تخفیف ہوگئی تھی لیکن ذکر اپنی حالت پر ہی ہے۔ (پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ) یعنی سفر ختم کر کے مقیم ہو جاؤ اور اسی طرح خوف کے ختم ہونے کے بعد بے خوف ہو جاؤ (تو نماز کو) اصلی (قاعدہ کے موافق پڑھنے لگو) اور نماز میں قصر کرنے اور چلنے کو چھوڑ دو کیونکہ وہ تو سفر یا خوف کے عارضہ کی وجہ سے جائز رکھا گیا تھا لیکن یاد رکھو کہ ان عوارض کی وجہ سے نماز کی ادائیگی میں سستی نہ کرنا کیونکہ (یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے) پس فرض ہونے کی وجہ سے ادا کرنا ضروری ہے اور وقت کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے وقت ہی میں ادا کرنا ضروری ہے۔

حکم 32: جہاد میں سستی نہ کرنا

وَلَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ
اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ
اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٠٤﴾

ترجمہ: اور نہ ہارو ہمت قوم کا پیچھا کرنے میں۔ اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو وہ بھی تو درد اٹھا رہے ہیں جس طرح تم درد اٹھا رہے ہو اور تم امید رکھتے ہو اللہ سے جو وہ نہیں رکھتے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

www.askfatwa.com

تفسیر: (اور ہمت مت ہارو) اس مخالف (قوم کے تعاقب کرنے میں) جبکہ اس کی ضرورت ہے (اگر تم) زخموں سے (تکلیف میں مبتلا ہو تو) کیا ہوا (وہ بھی تو درد میں مبتلا ہیں جیسے تم درد میں مبتلا ہو) تو وہ تم سے زیادہ قوت نہیں رکھتے پھر کیوں ڈرتے ہو (اور) حال یہ ہے تم میں ان سے ایک زائد بات یہ ہے کہ (تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہو کہ وہ لوگ) ان کی (امید نہیں رکھتے) یعنی ثواب کی، تو دل کی قوت میں تم ان سے زیادہ ہوئے جب کہ ضعف بدن میں تم دونوں ایک جیسے ہو۔ تو تم کو زیادہ چست ہونا چاہیے (اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں) ان کو کفار کا کمزور دل اور کمزور بدن ہونا معلوم ہے (بڑے حکمت والے ہیں) تمہاری قوت برداشت سے زیادہ حکم نہیں فرمایا۔

حکم 33: تحقیق کیے بغیر کسی کے محض کہنے پر کسی شخص کو مجرم مت قرار دو

بنوابیرق ایک خاندان تھا اس میں بشیر نام کا ایک شخص منافق تھا۔ اس نے حضرت رفاعہ کے گھر میں نقب لگا کر کچھ آٹا اور کچھ ہتھیار جو رکھے تھے چرا لئے۔ صبح کو پاس پڑوس میں تلاش کیا اور بعض قوی قرائن سے بشیر پر شبہ ہوا۔ بنوابیرق نے جو کہ بشیر کے شریک حال تھے اپنی براءت کے لئے حضرت لبید کا نام لے دیا۔ غرض حضرت رفاعہ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج کر اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ نے تحقیق کرنے کا وعدہ فرمایا۔ بنوابیرق کو جب یہ خبر ہوئی تو سب لوگ اس خاندان کے ایک شخص اسیر نامی کے پاس آئے اور سب نے مشورہ کیا اور جمع ہو کر بعض اہل محلّہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت قتادہ اور حضرت رفاعہ کی شکایت کی کہ گواہوں کے بغیر اس مسلمان اور دیندار گھرانے پر چوری کی تہمت لگاتے ہیں اور مقصد یہ تھا کہ آپ اس مقدمہ میں بنوابیرق کی طرفداری کریں۔ آپ نے یہ تو نہیں کیا لیکن اتنا ہوا کہ حضرت قتادہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم ایسے لوگوں پر بلا ثبوت کیوں تہمت لگاتے ہو۔ انہوں نے آکر اپنے چچا حضرت رفاعہ سے کہا۔ وہ اللہ پر بھروسہ کر کے خاموش ہو گئے۔ اس پر یہ اگلی آیتیں نازل ہوئیں۔ غرض چوری ثابت ہوئی اور مال برآمد ہوا اور مالک کو دلایا گیا تو بشیر ناراض ہو کر مرتد ہو گیا اور مکہ جا کر مشرکوں سے مل گیا۔ اس پر آخر کی آیتیں وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ نازل ہوئیں۔

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ

الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰٮكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنۡ

لِّـلۡخَآئِنِيۡنَ خَصِيۡمًا ۙ‏ ﴿۱۰۵﴾ وَّاسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا

رَحِيْمًا ۚ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۚۙ﴿١٠٧﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ
لَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى
مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿١٠٨﴾ هٰۤاَنْتُمْ
هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۟ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ
عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿١٠٩﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ
سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾
وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا
حَكِيْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓــًٔا فَقَدِ
احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۧ﴿١١٢﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ
لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ
وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَىْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿١١٣﴾
لَا خَيْرَ فِىْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ
اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ
اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١١٤﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ
مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۧ﴿١١٥﴾

ترجمہ: بیشک ہم نے اتاری تیری طرف کتاب واقع کے موافق تا کہ تو فیصلہ کرے لوگوں میں اس کے ساتھ جو بتا دیا تجھ کو اللہ نے اور مت ہو تو خائنوں کی طرف سے جھگڑنے والا اور بخشش مانگ اللہ سے۔ بیشک اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔ اور مت جھگڑ ان لوگوں کی طرف سے جو خیانت کرتے ہیں اپنے آپ سے۔ بے شک اللہ نہیں پسند کرتا اس کو جو ہر بڑا خیانت کرنے والا بڑا گناہگار۔ وہ چھپاتے ہیں (اپنی خیانت کو) لوگوں سے اور نہیں چھپاتے اللہ سے حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہے جب کہ وہ تدبیریں کرتے ہیں رات کو اس بات کی جس سے اللہ راضی نہیں اور ہے اللہ جو کچھ وہ کرتے ہیں سب کا احاطہ کئے ہوئے۔ تم ایسے لوگ ہو کہ تم جھگڑ لئے ان کی طرف سے حیات دنیوی میں پھر کون جھگڑے گا اللہ سے ان کی طرف سے قیامت کے دن یا کون ہو گا ان کا کارساز۔ اور جو کوئی کرے گناہ یا ظلم کرے اپنی جان پر پھر بخشش طلب کرے اللہ سے تو وہ پائے گا اللہ کو بخشنے والا مہربان۔ اور جو کوئی کرتا ہے گناہ سو محض کرتا ہے اس کو اپنے ہی خلاف اور ہے اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا۔ اور جو کوئی کرے خطا یا گناہ پھر تہمت لگا دے اس کی کسی بے گناہ پر تو اس نے لا دلیا (اپنے اوپر) بڑا بہتان اور گناہ صریح۔ اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تجھ پر اور اس کی رحمت تو قصد کر ہی چکی تھی ایک جماعت ان میں سے کہ غلطی میں ڈال دیں تجھ کو اور وہ غلطی میں نہیں ڈالتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں ضرر پہنچا سکتے تجھ کو کچھ۔ اور اتاری اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت اور سکھائیں تجھ کو وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا اور ہے اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا۔ نہیں ہے کچھ خیر بہت سی ان کی سرگوشیوں میں مگر جو کوئی کہ کہے صدقہ کرنے کو یا نیک کام کو یا صلح کرانے کو لوگوں کے درمیان اور جو کوئی کرے گا یہ کام طلب کرتے ہوئے اللہ کی رضا کو تو عنقریب ہم دیں گے اس کو بڑا ثواب۔ اور جو کوئی مخالفت کرے گا رسول ﷺ کی اس کے بعد کہ کھل چکی اس پر ہدایت اور چلے رستہ پر علاوہ مسلمانوں کے راستہ کے تو ہم دیں گے اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے اور ہم داخل کریں گے اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ ہے جانے کی۔

تفسیر: (بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ کتاب بھیجی ہے) جس سے (واقع کے موافق) حال معلوم ہو گا (تا کہ آپ) اس واقعہ میں (ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے) وحی کے ذریعہ سے (آپ کو) اصل حال (بتا دیا) ہے۔ وہ وحی یہ ہے کہ واقعہ میں بشیر چور ہے، اور قبیلہ بنو ابیرق جو اس کے حامی ہیں جھوٹے ہیں۔ (اور) جب اصل حال معلوم ہو گیا تو (آپ ان خائنوں کی طرف داری کی بات نہ کیجئے) جیسا بنو ابیرق کی اصل خواہش یہی تھی جس کا ذکر چند آیتوں

بعد آتا ہے یعنی وَلَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ وَ رَحۡمَتُہٗ لَهَمَّتۡ طَآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ اَنۡ يُّضِلُّوۡكَ یعنی اگر آپ پر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو ان میں سے ایک گروہ نے آپ کو غلطی میں ڈالنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مگر آپ ﷺ نے نہ ان کی طرف داری کی اور منع فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ فعل ماضی میں واقع ہو چکا ہو، بلکہ اصل فائدہ منع کا یہ ہے کہ آئندہ کے لئے حقیقت حال سے آگاہ کر کے اس کے کرنے سے روکتے ہیں، پس آپ کی حالت اور ممانعت کے مجموعہ کا حاصل یہ ہو گا کہ جیسے اب تک طرفداری نہیں کی آئندہ بھی نہ کیجئے اور یہ انتظامات بھی عصمت نبوی کے لئے ہیں۔ اور اگرچہ سب خائن نہ تھے لیکن آیت میں سب کو خائن کہا اس وجہ سے کہ جو لوگ خائن نہ تھے وہ بھی خائن کی اعانت کر رہے تھے اس لئے وہ بھی خائن ٹھہرے۔ اور لوگوں کے کہنے سے حسن ظن کے طور پر آپ نے جو بنو ابیرق کو دیندار سمجھ لیا ہے، گو بددینی پر صحیح دلیل نہ ہونے کی صورت میں ایسا سمجھنا گناہ تو نہیں لیکن چونکہ اس قسم کے حالات میں یہ احتمال تھا کہ آپ کے ان کو دیندار کہہ دینے سے اہل حق اپنا حق چھوڑ دیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو کر بیٹھ رہے لہٰذا یہ کام نامناسب ہوا اس لئے اس سے (آپ استغفار فرمائیے) کہ آپ کی شان عظیم ہے اتنی بات بھی آپ ﷺ کے لئے قابل استغفار ہے (بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت والے ہیں اور آپ ان لوگوں کی طرف سے کوئی جواب دہی کی بات نہ کیجئے) جیسا وہ لوگ آپ سے چاہتے تھے (جو کہ) لوگوں کی خیانت اور نقصان کر کے ضرر و وبال کے اعتبار سے درحقیقت (اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نہیں چاہتے) بلکہ اس کو مبغوض رکھتے ہیں (جو بڑا خیانت کرنے والا بڑا گناہ کرنے والا ہو) جیسا کہ تھوڑی خیانت کرنے والے کو بھی محبوب نہیں رکھتے، لیکن چونکہ بشیر کا بڑا خائن ہونا بتانا مقصود ہے، اس لئے یہ صیغہ مبالغہ کا لایا گیا جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ اپنی خیانت کو (آدمیوں سے تو) شرما کر (چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ) ہر وقت کی طرح (اس وقت) بھی (ان کے پاس ہے جب کہ وہ اللہ کی مرضی کے خلاف گفتگو کے متعلق رات کو تدبیریں کیا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے سب اعمال کو اپنے) علمی (احاطہ میں لئے ہوئے ہیں)۔ بشیر وغیرہ کی حمایت میں بعض اہل محلّہ جو جمع ہو کر آئے تھے وہ سن لیں کہ (تم ایسے ہو کہ تم نے دنیوی زندگی میں تو ان کی طرف سے جواب دہی کی باتیں کر لیں سو) یہ بتاؤ کہ (خدا تعالیٰ کے روبرو قیامت کے دن ان کی طرف سے کون جوابدہی کرے گا یا وہ کون شخص ہو گا جو ان کا کام بنانے والا ہو گا) یعنی نہ کوئی زبانی جواب دہی کر سکے گا نہ کوئی مقدمہ کی عملی درستگی کر سکے گا کہ اپنے زور پر سفارش منوا کر یا فدیہ دے کر مقدمہ صحیح کر سکے۔ اور) یہ خائنین اگر اب بھی شرعی قاعدے کے موافق توبہ کر لیتے تو معافی ہو جاتی کیونکہ ہمارا قانون یہ ہے کہ (جو شخص کوئی) متعدی (برائی کرے

یا) صرف (اپنی جان کا ضرر کرے) یعنی ایسا گناہ نہ کرے جس کا اثر دوسروں تک پہنچتا ہو اور (پھر اللہ تعالیٰ سے) شرعی قاعدہ کے موافق (معافی چاہے) جس میں بندوں کے حقوق کو ادا کرنا یا ان سے معاف کرانا بھی داخل ہے (تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا رحمت والا پائے گا اور) گناہگاروں کو ضرور اس کی کوشش کرنا چاہیئے کیونکہ (جو شخص کچھ گناہ کا کام کرتا ہے تو وہ فقط اپنی ذات ہی کے لئے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں) سب کے گناہوں کی ان کو خبر ہے (بڑے حکمت والے ہیں) مناسب مناسب سزا تجویز فرماتے ہیں (اور) یہ تو خود گناہ کرنے کا انجام ہوا۔ اور جو کہ دوسروں پر تہمت لگائیں ان کا حال سنو کہ (جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ پھر) بجائے اس کے کہ خود توبہ کرتا اس نے یہ کام کیا کہ (اس گناہ کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دی سو اس نے تو بڑا بھاری بہتان اور صریح گناہ اپنے سر کے (اوپر لادلیا) جیسا بشیر نے کیا کہ خود تو چوری کی اور ایک نیک بخت بزرگ آدمی لبید کے ذمہ چوری کی تہمت رکھ دی۔ (اور اگر) اس مقدمہ میں (آپ پر) اے محمد ﷺ (اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہو) جو کہ ہمیشہ آپ ﷺ پر رہتی ہے (تو ان) چالاک (لوگوں میں سے ایک گروہ نے تو آپ کو غلطی ہی میں ڈال دینے کا ارادہ کرلیا تھا) لیکن خدا کے فضل سے ان کی رنگ آمیز باتوں کا آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا اور آئندہ بھی نہ ہوگا، چنانچہ فرماتے ہیں (اور وہ) کبھی آپ کو (غلطی میں نہیں ڈال سکتے لیکن) اس ارادہ بد سے (اپنی جانوں کو) گناہ میں مبتلا کر رہے ہیں اور عذاب کا مستحق بنا رہے ہیں (اور آپ ﷺ کو ذرہ برابر) مذکورہ قسم کا (ضرر نہیں پہنچا سکتے اور) آپ کو غلطی کا ضرر پہنچانا کب ممکن ہے جب کہ (اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں) جس کے ایک حصہ میں قصہ کی اطلاع بھی دیدی (اور آپ ﷺ کو وہ وہ) مفید اور عالی (باتیں بتائی ہیں جو آپ ﷺ) پہلے سے (نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا افضل ہے) پھر اللہ کے فضل کے ساتھ کس کا قابو چل سکتا ہے۔

(عام لوگوں کی اکثر سرگرشیوں میں خیر) یعنی ثواب اور برکت (نہیں ہوتی) جیسا اسیر کے پاس جمع ہو کر خفیہ مشورہ کیا گیا تھا (ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ) خیر (خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں) اور اس تعلیم و ترغیب کی تکمیل و انتظام کے لئے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں یا خود ہی صدقہ وغیرہ کی دوسروں کو خفیہ ترغیب دیتے ہیں کیونکہ بعض اوقات خفیہ کہنا ہی مصلحت ہوتا ہے۔ ان کے مشوروں میں البتہ خیر یعنی ثواب و برکت ہے (اور جو شخص یہ کام کرے گا) یعنی ان اعمال کی ترغیب دے گا (حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے) نہ کہ حکومت و شہرت کی غرض سے (تو ہم اس کو عنقریب) یعنی آخرت میں (اجر عظیم عطا فرمائیں گے) لیکن ان خائنوں کے تو ایسے مشورے ہیں ہی نہیں اس لئے ناپسندیدہ ہیں۔ (اور جو شخص رسول) مقبول ﷺ (کی مخالفت

کرے گا اسکے بعد کہ اس کو حق بات ظاہر ہو چکی تھی اور مسلمانوں کا) دینی (رستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ پر چلے گا) جیسے بشیر مرتد ہو گیا حالانکہ اسلام کا حق ہونا اور نیز اس خاص واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کا خود اس کے معائنہ میں بھی حق ہونا معلوم تھا پھر بھی بدبختی نے گھیرا (تو ہم اس کو) دنیا میں (جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور) آخرت میں (اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی) ۔

فائدہ: 1- نیک کام جو کہ معروف کا ترجمہ ہے اس میں وہ تمام امور آگئے جو فائدہ مند ہوں خواہ دینی ہوں یا دنیوی ہی ہوں البتہ شریعت کے نزدیک جائز بھی ہوں ۔ اور اگرچہ معروف و نیک کام میں صدقہ بھی شامل تھا لیکن نفس پر شاق ہونے کی وجہ سے اس کے زیادہ اہتمام کی خاطر اس کو علیحدہ بھی ذکر کیا ۔ اسی طرح لوگوں میں صلح کرا دینا بھی معروف میں داخل ہے لیکن چونکہ نا اتفاقی بہت سے بڑے نقصانات کا سبب ہے ۔ اور صلح کرا دینے میں اس کا انسداد ہے اس لیے اس کو بھی علیحدہ ذکر کیا ۔

2- یُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ اگرچہ مقصد پر دلالت کرنے میں کافی ہے مگر یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ کے زائد کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی علامت بتا دی کہ وہ مسلمانوں کے طریقہ کی مخالفت ہے ۔ اس کے علامت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کا علم ہر ایک کو مشاہدہ سے ہو یہ بہت دشوار ہے کیونکہ آپ کی وفات کے بعد تو مشاہدہ ظاہر ہے ممکن ہی نہیں آپ کی حیات میں بھی اکثر لوگ ہر وقت تو موجود نہ ہوتے تھے ۔ تو آپ کا طریقہ ان واسطوں ہی سے معلوم ہو سکتا ہے جو متقی اور ہدایت یافتہ ہوں کہ وہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے نقل کریں وہ بھی معتبر ہے اور قرآن وحدیث کی بنیاد پر جو اجتہاد کریں وہ بھی معتبر ہے ۔

3- آیت وَ مَنْ یَّتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ اجماع امت کے حجت قطعی ہونے کی دلیل ہے ۔

حکم 34: شرک کی اصل وجہ اور اس کے کام اور ان کا انجام

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ

اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ یُّشْرِكْ

بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ

اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ

www.askfatwa.com

لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَ
لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ
فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا
يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا
يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾

ترجمہ: بیشک اللہ نہیں بخشے گا (اس کو) کہ شریک ٹھہرایا جائے (کسی کو) اس کے ساتھ اور بخش دے گا اس کے سوا جس کے لئے چاہے۔ اور جو شریک ٹھہراتا ہے اللہ کے ساتھ وہ گمراہ ہو گیا دور کی گمراہی میں۔ نہیں وہ عبادت کرتے اللہ کے سوا مگر چند زنانی چیزوں کی اور نہیں عبادت کرتے مگر شیطان سرکش کی، لعنت کی جس پر اللہ نے اور کہا (شیطان نے) کہ میں ضرور لوں گا تیرے بندوں سے (اپنی اطاعت کا) حصہ مقرر اور میں ضرور گمراہ کروں گا ان کو اور میں ضرور ہوسیں دلاؤں گا ان کو اور میں ضرور حکم کروں گا ان کو تو وہ ضرور چیریں گے جانوروں کے کان اور میں ضرور حکم کروں گا ان کو تو ضرور بدلیں گے بناوٹ اللہ کی۔ اور جو کوئی بنائے شیطان کو دوست سوائے اللہ کے تو وہ نقصان اٹھائے گا صریح نقصان۔ (شیطان) وعدہ دیتا ہے ان کو اور ہوسیں دلاتا ہے ان کو اور نہیں وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان مگر فریب کا۔ یہ لوگ ہیں کہ ان کا ٹھکانا ہے دوزخ اور نہ پائیں گے اس سے (کہیں کوئی) بچنے کی جگہ۔

تفسیر: (بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو) سزا دے کر بھی (نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو) کفر یہ درجہ میں (شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں) کفر کے علاوہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ (جس کے لئے منظور ہوگا) بلا سزا (وہ گناہ بخش دیں گے اور) اس شرک کے نہ بخشنے کی وجہ یہ ہے کہ (جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ) کسی کو (شریک ٹھہراتا ہے وہ) امر حق سے (بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا) آگے مشرکین کی حماقت ان کے مذہبی طریقے میں بیان کرتے ہیں کہ (یہ) مشرک (لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر) ایک تو (صرف چند زنانی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور) دوسرے (صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو کہ) خدا تعالیٰ کے (حکم سے باہر ہے) اور (جس کو) اس کی بے حکمی کی وجہ سے (خدا تعالیٰ

نے اپنی رحمت) خاصہ (سے دور ڈال رکھا ہے اور جس نے) جس وقت کہ رحمت خاصہ سے دور اور ملعون ہونے لگا (یوں کہا تھا) جس سے اس کی عداوت صاف ظاہر معلوم ہو رہی تھی کہ (میں) پوری کوشش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ (ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ) اطاعت کا (لوں گا اور) اس حصہ کی تفصیل یہ ہے کہ (میں ان کو) عقائد میں (گمراہ کروں گا اور میں ان کو) خیالات میں (ہوسیں دلاؤں گا) جس سے گناہ کی طرف میلان ہو اور اس کی مضرت نظر میں نہ رہے (اور میں ان کو) برے اعمال کرنے کی (تعلیم دوں گا جس سے وہ) بتوں کے نام پر (چوپایوں کے کانوں کو تراشا کریں گے) جو کہ اعمال کفر میں سے ہے (اور میں ان کو) اور بھی (تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے) جو کہ فسق کے اعمال میں سے ہے جیسے داڑھی منڈانا، بدن گودوانا وغیرہ (اور جو شخص خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنائے گا) یعنی خدا تعالیٰ کی اطاعت نہ کرے گا اور شیطان کی اطاعت کرے گا (وہ) شخص (صریح نقصان میں واقع ہوگا) یعنی جہنم میں جائے گا۔ (شیطان ان لوگوں سے) عقائد کے متعلق جھوٹے (وعدے کیا کرتا ہے) مثلاً منکرین آخرت کو کہتا ہے کہ تم بے فکر رہو نہ کہیں حساب ہے نہ کتاب ہے (اور) خیالات میں (ان کو ہوسیں دلاتا ہے) مثلاً یہ کہ اس گناہ میں ایسی لذت ہے اور اس حرام ذریعہ میں ایسی آمدنی ہے حالانکہ شیطانی اعمال کی لغویت اور مضرت خود ظاہر ہے (اور شیطان ان سے صرف جھوٹے) فریب آمیز (وعدے کرتا ہے) کیونکہ واقع میں قیامت کا حساب و کتاب حق ہے اور اس کی ہوسوں کا فریب ہونا بہت جلدی کھل جائے گا (ایسے لوگوں کا) جو کہ شیطان کی راہ پر چلتے ہیں (ٹھکانا جہنم ہے اور اس) جہنم (سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پائیں گے) کہ وہاں جا کر پناہ لیں۔

فائدہ: 1۔ زنانی چیزوں سے مراد بعض بت ہیں جن کے نام اور صورتیں عورتوں کی سی تھیں اور ان کو زیور وغیرہ بھی پہناتے تھے۔ جیسے لات، عزیٰ اور نائلہ وغیرہ۔ ہر قبیلہ میں ایسے بت تھے اور ان کو اُنثٰی بَنِی فُلَان کے لقب سے مشہور کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے سوا اور کی عبادت نہیں کرتے تھے کیونکہ بعض بت نام اور شکل میں مردوں کی طرح بھی تھے لیکن صرف زنانی قسم کو ذکر کرنے سے مقصود ان کی حد درجہ حماقت کو بتلانا ہے۔

2۔ شیطان سب معبودان غیر اللہ کو بایں معنی شامل ہے کہ شیطان کے کہنے سے ان کی عبادت کرنا گویا شیطان کی عبادت کرنا ہے۔

3- شیطان کی چند صفتیں مقصود کی تاکید کے لئے لائے یعنی ایسے شیطان کی اطاعت کرتے ہیں جو اولاً سرکش ہے۔ ثانیاً سرکشی کی وجہ سے ملعون ہے ثالثاً انسان کا دشمن ہے جیسا اس کے منقول اقوال سے واضح ہے۔

تغیر لخلق اللہ

اللہ تعالیٰ نے جسم انسانی کی جس طرز پر تخلیق فرمائی ہے اور قدرتی طور پر جس انداز سے بدن انسانی کی نشونما ہوتی ہے اس میں انسانوں کی جانب سے کچھ تبدیلیاں کی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تغیر کی جاتی ہے۔اس کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

1- تحصیل حسن وزینت کے لئے

مثلاً کان چھیدنا، مہندی لگانا، خضاب لگانا، ناخن تراشنا، بال صاف کرنا، بال کتروانا، مونچھیں تراشنا، داڑھی سنوارنا، داڑھی مونڈنا، جسم گودنا، بالوں کو بلیچ کرنا وغیرہ۔

2- جسمانی اصلاح کے لئے

مثلاً ختنہ کرانا، زائد انگلی کٹوانا، عورت کا اپنے چہرے پر اگے ہوئے داڑھی مونچھوں کے بال صاف کرنا، کٹے ہوئے ہونٹوں کی سرجری کرنا۔

3- دوسرے انسان کے فائدہ کے لئے

مثلاً انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور اس کے لئے اس شخص کے اعضاء نکالنا جس کی دماغی موت BRAIN DEATH واقع ہوچکی ہو یا آنکھ حاصل کرنے کے لئے جس کی ابھی تازہ تازہ موت ہوئی ہو۔

4- غرض فاسد کے لئے

مثلاً زیادہ آبادی سے بچنے کے لئے مردوں اور عورتوں کی نس بندی۔ TUBAL LIGATION VASECTOMY+ کرنا۔ مردوں کو خصی کرنا CASTRATION

5- تعذیب وسزا کے لئے

مثلاً عداوت ودشمنی میں کسی کی ناک وغیرہ کاٹنا اور حکومت کا حدود وقصاص کو جاری کرنا۔

6- شرک وفاسد عقائد کی پیروی کے لئے

مثلاً کسی کے نام پر ناک یا کان چھدوانا، کسی کے نام کی چوٹی رکھنا، ابروؤں کو صاف کرنا۔

ان اسباب میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کا شریعت و دین میں کچھ اعتبار نہیں مثلاً شرک اور فاسد عقائد کی پیروی بالکل حرام ہے اور کچھ اسباب وہ ہیں جن کا اگرچہ شریعت نے اعتبار کیا ہے مثلاً حسن و زینت کی تحصیل لیکن اس کا معیار اور STANDARD شریعت نے خود اپنے پاس رکھا ہے انسانوں کے

www.askfatwa.com

عرف و رواج پر نہیں چھوڑا کیونکہ انسانوں کا علم اتنا وسیع نہیں جتنا اللہ تعالیٰ کا ہے اور پھر انسانوں کے رواج بھی باہم متضاد ہوتے ہیں۔

آگے ہر سبب سے متعلق کچھ تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

شرک و فاسد عقائد کی پیروی میں

1-وَلَاٰ مُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (سورہ نساء:119)

اور شیطان نے کہہ رکھا ہے کہ میں لوگوں کو حکم دوں گا تو وہ اللہ کی پیدائش کو بدل ڈالیں گے۔

2-ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وانی خلقت عبادی حنفاء کلهم وان الشياطين اتتهم فاجتالتهم عن دينهم فحرمت عليهم ما احللت لهم و امرتهم ان يشركوا بی مالم انزل به سلطانا و ، وامرتهم ان يغيروا خلقی (تفسیر قرطبی 250/5)

میں نے اپنے بندوں کو موحد پیدا کیا (یعنی پیدائش کے وقت ان کی فطرت میں شرک نہیں تھا بلکہ توحید تھی) پھر شیطان (خواہ وہ انسان ہوں یا جن) ان کے پاس آئے اور ان کو ان کے دین فطرت سے پھیر دیا اور ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے ان کے لئے حلال کی تھیں اور ان کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک ٹھہرائیں جن کے بارے میں میں نے کوئی دلیل و حجت نازل نہیں کی اور انہوں نے ان کو حکم دیا کہ وہ میری خلق و پیدائش کو بدل دیں۔

تعذیب و سزا میں

1- جان بوجھ کر عداوت و دشمنی میں یا کسی بھی وجہ سے کسی کے اعضاء کاٹ دے تو سزا میں کاٹنے والے کے انہی اعضاء کو کاٹا جائے گا اور زخم کے بدلے زخم لگائے جائیں گے جب کہ مساوات کا لحاظ رکھنا ممکن ہو۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (سورہ مائدہ)

اور ہم نے یہود پر توریت میں یہ بات فرض کی تھی کہ جان بدلے جان کے اور آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے اور دانت بدلے دانت کے اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔

2- وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِنَ اللّٰهِ (سورہ مائدہ:38)

اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے تو ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو ان کے کردار کے

عوض بطور سزا کے اللہ کی طرف سے۔

3- اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْا اَوْ يُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ اَوْيُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (سورہ مائدہ: 33)

(رہزنی اور ڈکیتی کی سزا کے بارے میں فرمایا) جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے (ان کے دیئے ہوئے امن کو توڑ کر) لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں یا (دوسری حالت میں) سولی دیئے جائیں یا (تیسری حالت میں جب کہ انہوں نے صرف مال لوٹا ہو قتل نہ کیا ہو) ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے (یعنی دایاں ہاتھ بایاں پاؤں) کاٹ دیئے جائیں یا (چوتھی صورت میں) قید کر دیئے جائیں۔

جسمانی اصلاح کے لئے

1- لاباس بقطع العضوان وقعت فيه الا كلة لئلاتسرى (عالمگیری: 360/5)

جب جسم کا کوئی عضو گل جائے تو اس عضو کو قطع کرنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ فساد باقی جسم میں سرایت نہ کرے۔

2- اذا اراد الرجل ان يقطع اصبعا زائدة اوشيئا آخر ...... ان كان الغالب هو النجاة فهو فى سعة من ذالك (عالمگیری 360/5)

جب آدمی کوئی زائد انگلی یا اسی طرح کوئی اور زائد عضو کاٹنا چاہے تو اگر غلبہ حفاظت کا ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

3- حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ باتیں فطرت میں شامل ہیں ختنہ کرنا۔ زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں کترنا، ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال صاف کرنا۔

ان حوالجات کی مناسبت سے ہم کہتے ہیں کہ جسم میں کوئی پیدائشی عیب ہو یا بعد میں کسی حادثہ کی بناء پر کوئی نقص وعیب واقع ہو گیا ہو تو چونکہ اس زمانہ میں علم جراحت SURGERY بڑی ترقی پر ہے اور ہلاکت ونقصان کا کچھ خوف نہیں ہوتا اس لئے ان کو دور کرنے کے لئے جو آپریشن کئے جائیں وہ جائز ہوں گے۔ ایسی جراحت کو جراحت برائے اصلاح بدن کہا جاتا ہے۔

فاسد اغراض کے لئے

مثلاً غلاموں یا ملازموں کو خصی CASTRATE کرنا تاکہ وہ گھر کی عورتوں میں بلا کسی خطرے کے آ جا سکیں یا اس اندیشے سے کہ لڑکی ہوگی تو بدنامی ہوگی یا اس فکر سے کہ اگر دنیا کی آبادی بڑھ گئی تو ان کو

www.askfatwa.com

خوراک مہیا نہ ہو سکے گی منصوبہ بندی کے تحت مردوں کو خصی کرنا یا مردوں اور عورتوں کی نس بندی کرنا۔

اول تو ابھی تک یہی طے نہیں کیا جا سکا کہ کسی علاقے کی آبادی کتنی ہو کہ اس سے تجاوز نقصان دہ ہوگا۔ یعنی اس بارے میں کوئی OPTIMUM LEVEL تجویز نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں اس کو اجتماعی فکر بنانا اور اس کو قوم کی ترقی وفلاح کا ذریعہ قرار دینا قرآن وسنت کی تعلیمات کا مقابلہ کرنا ہے۔

قرآن پاک میں ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّاعَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا وَ یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَ مُسْتَوْدَعَھَا (سورہ ھود: 16)

''زمین پر چلنے والی کوئی مخلوق ایسی نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ پر نہ ہو۔ وہ ان سب کے ٹھیئے ٹھکانے کو جانتا ہے''۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس عالم میں جتنی جانیں پیدا فرماتے ہیں ان کے رزق کی فراہمی کی کفالت خود فرماتے ہیں، البتہ انسانوں کی ذمہ داری اتنی ہے کہ وہ اختیاری اسباب کی حد تک زمین کی پیداوار کو بڑھانے کی کوشش کریں، اناج وسامان کو بچانے کی فکر کریں اور حاصل شدہ پیداوار کو عدل وانصاف کے ساتھ لوگوں تک پہنچائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے۔ جوانی کے تقاضے سے جنسی خواہش ہمیں پریشان کرتی تھی اس لئے ہم نے حضور اکرم ﷺ سے اجازت چاہی کہ ہم اختصاء CASTRATION کرلیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا اور (اس فعل کے حرام ہونے سے متعلق) قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ

''اے ایمان والو تم اللہ کی ان پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ بناؤ جو اس نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

یہاں یہ غرض تھی کہ جنسی خواہش کے غلبہ سے آزاد ہو کر پوری دل جمعی کے ساتھ جہاد میں شریک رہیں لیکن اس غرض کے تحت بھی اجازت نہیں ملی تو جو اغراض شریعت کی نظر میں فاسد ہیں ان کے تحت اجازت تو بطریق اولیٰ نہ ہوگی۔

دوسرے انسان کے فائدہ کے لئے

انسانی اعضاء کی پیوندکاری

1- رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے **کسر عظم المیت ککسر عظم الحی**

''مردہ کی ہڈی توڑنا اور نکالنا ایسا ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا اور نکالنا''

www.askfatwa.com

2- شرح سیر کبیر میں ہے۔ ''آدمی اپنی موت کے بعد بھی اتنا ہی قابل احترام ہوتا ہے جتنا کہ اپنی زندگی میں ہوتا ہے۔ لہذا جس طرح زندہ آدمی کے کسی عضو و جز سے اس کی تکریم کی بناء پر علاج و مداوات جائز نہیں اسی طرح مردہ کی ہڈی کے ساتھ بھی علاج وتداوی جائز نہیں۔

3- کسی دوسرے انسان کے بالوں سے بھی انتفاع جائز نہیں۔

الف: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

لعن اللہ الواصلة و المستوصلة

''اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ایک انسان کے بال دوسرے کے سر وغیرہ میں لگانے والی اور لگوانے والی پر''۔

ب: ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میری بیٹی کو بخار ہوا جس سے اس کے سر کے بال اڑ گئے تو کیا میں اس کے سر میں دوسرے انسان کے بال لگا دوں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دوسرے کے بال لگانے والی اور لگوانے والی پر (اللہ کی) لعنت ہے۔

اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے بال اور اعضاء اتار کر کسی دوسرے انسان کو لگانا جائز نہیں۔ اس معاملہ میں کسی کی اجازت اور رضا مندی کا اعتبار نہیں ہے۔

حسن وزینت کی تحصیل کے لئے

ناخن تراشنا، زائد بال صاف کرنا، عورتوں کا ہاتھوں میں مہندی لگانا، مردوں کا سفید بالوں کو مہندی سے یا سیاہ کے علاوہ کسی اور رنگ سے رنگنا، ٹھوڑی کے نیچے سے ایک مشت سے زائد ڈاڑھی کے بال کاٹنا، مونچھیں کترنا عورتوں کا بندے اور بالیاں پہننے کے لئے اپنے کان چھیدنا یہ چیزیں ایسی ہیں جن کے جواز کے شرعی دلائل سے ہر عام وخاص مطلع ہے۔

البتہ چند چیزیں ایسی بھی ہیں جن کو اگرچہ حسن وزینت کے لئے اختیار کرتے ہیں لیکن شریعت نے ان سے منع کیا ہے۔

1- عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والنامصات و المتنمصات المتفلجات للحسن المغیرات لخلق اللہ (مشکوۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی جسم گودنے والیوں پر اور جسم گودوانے والیوں پر اور چہرے (یعنی ابرو) کے بال اکھیڑنے والیوں پر اور اکھڑوانے والیوں پر اور حسن کے لئے دانتوں کو گھس کر جدا جدا کرنے والیوں پر اللہ کی دی ہوئی بناوٹ کو بدلنے والیوں پر۔

www.askfatwa.com

2-عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ خالفوا المشركين او فروا اللحى و احفوا الشوارب (مشکوۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم مشرکین کی مخالفت کرو اور ان کا یہ طرز مت اختیار کرو کہ داڑھی منڈائیں اور مونچھیں لمبی کریں بلکہ داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کترواؤ۔

3-عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن رسول الله ﷺ قال يكون قوم في آخر الزمان يخضبون بهذا السواد كحواصل الحمام لا يجدون رائحة الجنة (مشکوۃ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو اس سیاہ رنگ سے اپنے بالوں کو خضاب کریں گے کبوتر کے پوٹے کی مثل۔ وہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گے۔

ان حدیثوں میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں وہ حسن و زینت کی تحصیل کے لئے اختیار کی جاتی ہیں جیسا کہ خود پہلی حدیث میں اس کی تصریح بھی ہے۔ جب تحصیل حسن بذات خود ممنوع بھی نہیں ہے تو پھر ان میں ممانعت اور وعید کی وجہیں یہ نظر آتی ہیں۔

1- دوسرے کو دھوکہ دینا مثلاً بڑھاپے کو چھپایا جائے اور اپنے آپ کو جوان دکھایا جائے۔

2- تحصیل حسن میں محض تکلف کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تحصیل حسن کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جا رہا ہے وہ تمام انسانوں کے نزدیک حسن کے معیار پر نہیں بلکہ کچھ لوگ اس میں حسن سمجھتے ہیں تو دوسرے علاقے یا قوم کے لوگ اس میں سرے سے حسن خیال نہیں کرتے یا الٹا اس میں بدنمائی خیال کرتے ہیں اور یہ سب کچھ بھی اس وقت ہے جس ان طریقوں کو اختیار کرنے والی عورتیں ہوں تو وہ محض شوہر کی خاطر یہ کریں اور اگر ان سے غرض غیر محرموں میں نمائش ہو یا اعضا مستورہ کا اظہار ہو تو یہ تو خرابی در خرابی ہے۔

ربط: اوپر کفار و مشرکین کے لئے وعید تھی آگے مومنین کے لئے وعدہ اور بشارت ہے جیسا اکثر قرآن پاک کا طرز ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

www.askfatwa.com

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے نیک ہم داخل کریں گے ان کو باغوں میں کہ بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں۔ رہیں گے ان میں ہمیشہ ہمیشہ۔ وعدہ ہے اللہ کا سچا اور کون زیادہ سچا ہے اللہ سے بات میں۔

تفسیر: (اور جو لوگ ایمان لائے) اور انہوں نے (اچھے کام کئے ہم ان کو عنقریب) ایسے (باغوں میں داخل کریں گے کہ ان کے) محلات کے (نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، خدا تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ سے زیادہ کس کا کہنا صحیح ہوگا)۔

ربط: اوپر شیطانی خیالات کا دھوکہ اور غیر معتبر ہونا یَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ میں اور ایمان واعمال کا قابل اعتبار ہونا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میں مذکور تھا۔ آگے بھی یہی دو مضمون ہیں پہلی آیت میں پہلا مضمون اور بعد کی آیتوں میں دوسرا مضمون۔

لَيْسَ
بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ
لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ
مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ
الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ
وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ
اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾

ترجمہ: نہیں ہے مدار تمہاری تمناؤں پر اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں پر جو کوئی کام کرے گا برا سزا دیا جائے گا اس کی اور نہ پائے گا اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔ اور جو کوئی کام کرے گا نیک مرد ہو یا عورت اس حال میں کہ وہ ایمان رکھتا ہو تو وہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں اور نہ ظلم کئے جائیں گے تل بھر۔ اور کون زیادہ بہتر ہے از روئے دین کے اس شخص سے جو تابع کر دے اپنا چہرہ اللہ کے لئے اور وہ مخلص ہو اور اتباع کرے ابراہیم کی

ملت کا جو ایک ہی طرف کا تھا اور بنالیا اللہ نے ابراہیم کو خالص دوست اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور ہے اللہ ہر ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے۔

تفسیر: (نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے) کہ خالی خولی زبان سے اپنے فضائل بیان کیا کریں بلکہ مدار کار اطاعت پر ہے پس (جو شخص) اطاعت میں کمی کرے گا اور (کوئی برا کام کرے گا) خواہ عقائد سے ہو یا اعمال سے (وہ اسکے عوض میں سزا دیا جائے گا) اگر وہ برائی کفر یہ عقیدہ تک کی ہے تو سزا دائمی اور یقینی ہے اور اگر وہ برائی اس سے کم ہے تو سزا ہمیشہ کی نہیں ہے (اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا اور نہ مددگار ملے گا) کہ خدا کے عذاب سے اسے چھڑالے (اور جو شخص نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا) کہ ان کی کوئی نیکی ضائع کر دی جائے (اور) اوپر جو مومن ہونے کا ذکر کیا گیا ہے تو اس کا مصداق ہر جماعت نہیں جو مومن ہونے کی دعویدار ہے بلکہ صرف وہ جماعت ہے جس کا دین خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہو اور وہ جماعت اہل اسلام کی ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ ان میں یہ صفات ہیں یعنی کامل اطاعت، اخلاص اور ملت ابراہیم کی پیروی لہذا (ایسے شخص) کے دین (سے زیادہ بہتر کس کا دین ہوگا جو کہ اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دے) یعنی فرمانبرداری اختیار کرے عقائد میں بھی اعمال میں بھی (اور) اس کے ساتھ (وہ مخلص بھی ہو) کہ دل سے فرمانبرداری اختیار کی ہو دنیوی مصلحت سے ظاہر داری نہ ہو (اور ابراہیم کی ملت) یعنی اسلام (کا اتباع کرے) جب کہ حال یہ ہے کہ ابراہیم ایسے تھے (جن میں کجی نام کو بھی نہ تھی اور) ملت ابراہیمی ضرور قابل اتباع ہے کیونکہ (اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خالص دوست بنایا تھا) تو ظاہر ہے کہ دوست کے طریقہ پر چلنے والا بھی محبوب و مقبول ہوگا، پس طریقہ اسلام مقبول ہوا، لہذا اہل اسلام ہی مومن کے لقب کے مصداق ٹھہرے اور دوسرے فرقوں نے حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کو چھوڑ دیا کہ اسلام نہ لائے اس لئے صرف مسلمان ہی ایسے ثابت ہوئے کہ محض تمناؤں پر ان کا سہارا نہیں بلکہ اطاعت گزار ہیں لہذا کام انہیں کا چلے گا (اور) اللہ تعالیٰ کی مکمل فرمانبرداری کرنا تو ضروری ہے ہی کیونکہ ان کی سلطنت و قدرت اور ان کا علم دونوں تام اور مکمل ہیں اور یہی امور مدار ہیں وجوب اطاعت کے چنانچہ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے) یہ تو کمال سلطنت ہوا (اور اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو) اپنے علم میں (احاطہ فرمائے ہوئے ہیں) یہ کمال علم ہوا۔

فائدہ: 1۔ خلاصہ یہ ہوا کہ نری تمناؤں سے کام نہیں چلتا اور مسلمان نری تمناؤں پر نہیں ہیں بلکہ کام کرتے ہیں اور دوسرے فرقے جب اسلام ہی نہ لائے جس پر سارا کام موقوف ہے تو وہ بس نری

تمناؤں پر ہوئے۔

2۔خلیل ہونا اعلیٰ درجہ کا تقرب و مقبولیت ہے۔حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بھی خلیل بنایا ہے جیسا ابراہیم علیہ السلام کو بنایا تھا۔

یتیموں اور عورتوں سے متعلق چند احکام

جاہلیت میں بعض ان کو میراث ہی نہ دیتے تھے،بعض جو مال میراث میں یا اور کسی طور سے یتیموں اور عورتوں کو ملتا اس کو ناجائز طور پر کھا جاتے ،بعض ان سے نکاح کر کے ان کو مہر پورا نہ دیتے۔اوپر ان سب کی ممانعت کی گئی تھی اس پر مختلف واقعات پیش آئے ،بعض کو تو یہ خیال ہوا کہ عورتیں اور بچے فی نفسہ میراث کے قابل نہیں،کسی وقتی مصلحت سے یہ حکم کچھ عرصہ کے لئے ہو گیا ہے، امید ہے کہ منسوخ ہو جائے گا لہذا کچھ عرصہ اس کے منتظر رہے۔ جب منسوخ نہ ہوا تو یہ مشورہ ٹھہرا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا چاہئے اور حاضر ہو کر پوچھا۔بعض کو یہ اتفاق ہوا کہ ان کی پرورش میں بدصورت یتیم لڑکی تھی۔ بدصورتی کی وجہ سے تو خود نکاح نہیں کیا اور دوسرے کے ساتھ اس کے نکاح کو اس وجہ سے ٹالا کہ اس کا مال بھی پھر اس کے ساتھ جائے گا تو اب یہ خیال کر کے کہ شاید کوئی آسان حکم آ جائے اور لڑکی کے مال کا کچھ حصہ ہمیں بھی مل سکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر اس بارے میں پوچھا۔اور بعض نے جب یہ سنا کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں مہر کم کرنا درست نہیں تو یہ خیال کر کے جب وہ عورت خود کمی پر رضا مند ہو جائے اس وقت تو پورا مہر دینے کی پابندی نہ رہے گی آپ سے آ کر سوال کیا۔اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

ترجمہ: اور دریافت کرتے ہیں تجھ سے عورتوں کے بارے میں۔ کہہ دے اللہ حکم دیتا ہے تم کو ان کے بارے میں اور جو آیتیں پڑھی جاتی ہیں تم پر قرآن میں جو کہ ان یتیم عورتوں کے

بارے میں ہیں کہ نہیں دیتے تم ان کو جو مقرر کیا گیا ہے ان کے لئے اور تم نفرت کرتے ہو اس سے کہ نکاح کرو ان سے اور (جو) کمزور بچوں کے بارے میں ہیں اور اس بارے میں کہ تم قائم رہو یتیموں کے حق میں انصاف پر اور جو کچھ تم کرو گے خیر سے تو بلاشبہ اللہ ہے اس کو خوب جاننے والا۔

تفسیر: (اور لوگ آپ سے عورتوں) کی میراث اور مہر (کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں تم کو) وہی سابق (حکم دیتے ہیں اور وہ آیات بھی) تم کو حکم دیتی ہیں (جو کہ) اس کے قبل نازل ہو چکی ہیں اور (قرآن کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں) کیونکہ قرآن کی تلاوت میں ان کی تلاوت بھی ظاہر ہے کہ ہوا ہی کرتی تھی (جو کہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں) نازل ہو چکی (ہیں جن) کے ساتھ تمہارا یہ معاملہ ہے کہ اگر وہ صاحب مال و صاحب جمال ہوئیں تو ان سے نکاح کرتے ہو مگر ان (کو جو) شرع میں (ان کا) میراث و مہر کا (حق مقرر ہے نہیں دیتے ہو۔ اور) اگر صاحب جمال نہ ہوئیں صرف صاحب مال ہوئیں تو (ان کے ساتھ) خوبصورت نہ ہونے کی وجہ سے (نکاح کرنے سے نفرت کرتے ہو) لیکن صاحب مال ہونے کی وجہ سے اس خوف سے کہ یہ مال کہیں اور نہ چلا جائے اور کسی سے بھی نکاح نہیں کرنے دیتے (اور) جو آیات کہ (کمزور بچوں کے بارے میں) ہیں (اور) جو آیات کہ (اس بارے میں) ہیں (کہ یتیموں کے حق میں انصاف کے ساتھ قائم رہو) یعنی ان کی تمام کارگزاری خواہ وہ مہر و میراث کے متعلق ہو یا اور کچھ ہو انصاف کے ساتھ کرو۔ یہ مضمون ان سابقہ آیات کا ہے۔ پس وہ آیتیں اپنا مضمون اب بھی تمہارے ذمہ واجب کر رہی ہیں اور ان کا حکم بعینہ باقی ہے تم انہی کے موافق عمل رکھو (اور جو نیک کام کرو گے) عورتوں اور یتیموں کے بارے میں یا اور امور میں بھی (سو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں) تم کو ان کی جزاء خیر دیں گے۔

فائدہ: مطلب یہ ہوا کہ جو آیتیں اس بارے میں پہلے آ چکی ہیں جن کو تم وقتاً فوقتاً سنتے رہتے ہو وہ ان احکام کے بارے میں اب بھی واجب العمل میں کوئی نیا حکم نہیں دیا جاتا۔

حکم 36: زوجین میں مصالحت کی خاطر عورت اپنا حق چھوڑ سکتی ہے

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۚ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۗ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ ۚ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ

كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿١٢٨﴾

ترجمہ: اور اگر کوئی عورت خوف کرے اپنے خاوند سے کج ادائی کا یا بے رخی کا تو نہیں کچھ گناہ دونوں پر کہ دونوں صلح کر لیں آپس میں (خاص طرح کی) صلح اور صلح بہتر چیز ہے۔ اور پیش کر دیئے گئے نفوس حرص پر۔ اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور احتیاط رکھو تو بے شک اللہ ہے اس سے جو تم عمل کرتے ہو باخبر۔

تفسیر: (اور اگر کسی عورت کو) قرائن سے (اپنے شوہر سے کج ادائی یا بے پرواہی) اور بے رخی (کا غالب گمان ہو تو) ایسی حالت میں (دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم ایک خاص طور پر صلح کر لیں) یعنی عورت اگر ایسے شوہر کے پاس رہنا چاہے جو پورے حقوق ادا کرنا نہیں چاہتا اور اس لئے اس کو چھوڑنا چاہتا ہے تو عورت کو جائز ہے کہ اپنے کچھ حقوق چھوڑ دے مثلاً نان نفقہ معاف کر دے، یا مقدار کم کر دے یا اپنی باری معاف کر دے تاکہ وہ چھوڑے نہیں، اور شوہر کو بھی جائز ہے کہ اس معافی کو قبول کر لے (اور) نزاع یا فراق سے تو (یہ صلح) ہی (بہتر ہے اور) ایسی صلح ہو جانا کچھ بعید نہیں کیونکہ (نفوس کو) طبعاً (حرص کے ساتھ اتصال ہوتا ہے) جب نفس کی حرص پوری ہو جاتی ہے راضی ہو جاتا ہے، پس شوہر جب دیکھے گا کہ میری مالی اور جانی آزادی میں جس کی اس کو طبعی حرص ہے کچھ خلل نہیں آتا اور مفت میں عورت ملتی ہے تو وہ غالباً نکاح میں رکھنے پر راضی ہو جائیگا اور عورت کے نکاح میں رہنے کی حرص خواہ کسی وجہ سے ہو ظاہر ہے کہ صلح کا اصل سبب ہے۔ پس جانبین کی خاص خاص حرص نے اس صلح کی تکمیل کر دی۔ (اور) اے مردو (اگر تم) خود عورتوں کے ساتھ (اچھا برتاؤ رکھو) اور ان سے حقوق معاف کرانے کے خواہشمند نہ ہو (اور ان کے ساتھ) کج ادائی اور بے رخی کرنے سے (احتیاط رکھو تو) تم کو بڑا ثواب ملے کیونکہ (بلاشبہ حق تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں) اور نیک اعمال پر ثواب دیا کرتے ہیں۔

حکم 37: قلبی محبت کے علاوہ باقی امور میں بیویوں کے درمیان برابری کرنے کا حکم

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٢٩﴾

www.askfatwa.com

ترجمہ: اور ہرگز نہیں طاقت رکھتے تم کہ برابری کرو بیویوں کے اگرچہ تم (اس کی) حرص کرو۔ تو نہ جھک جاؤ بالکل ایک طرف (کو) کہ چھوڑ رکھو دوسری بیوی کو (بیچ میں) لٹکی ہوئی کی طرح اور اگر تم اصلاح کرلو اور احتیاط رکھو تو بے شک اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔ اور اگر دونوں جدا ہوجائیں تو بے احتیاج کردے گا اللہ ہر ایک کو اپنی وسعت سے اور ہے اللہ وسعت والا حکمت والا۔

تفسیر: (اور) عادۃً (تم سے یہ تو کبھی نہ ہوسکے گا کہ سب بیویوں میں) ہر طرح سے (برابری رکھو) حتی کہ قلبی رغبت میں بھی (گو) اس برابری کو (تمہارا کتنا ہی جی چاہے) اور تم کتنی ہی اس میں کوشش کرو لیکن چونکہ قلب کا میلان غیر اختیاری ہے اس لئے اس پر قدرت نہیں گو اتفاقاً بلا اختیار کہیں برابری ہو ہی جائے تو اس کی نفی آیت میں مقصود نہیں۔ غرض جب یہ اختیار میں نہیں تو تم اس کے مکلّف نہیں۔ لیکن اس کے غیر اختیاری ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ ظاہری حقوق بھی اختیاری نہ رہیں بلکہ وہ تو اختیاری ہیں۔ جب وہ اختیاری ہیں (تو) تم پر واجب ہے کہ (تم بالکل تو ایک ہی طرف نہ ڈھل جاؤ) یعنی دل سے بھی جس میں معذور تھے اور ظاہر سے بھی جس میں مختار ہو یعنی شرعی حقوق میں اپنی بیوی سے اعراض نہ کرو (جس سے اس) مظلوم (کو ایسا کردو جیسے کوئی بیچ میں لٹکی ہو) یعنی نہ تو اس کے حقوق ادا کئے جائیں کہ خاوند والی سمجھی جائے اور نہ اس کو طلاق دی جائے کہ بے خاوند والی کہی جائے بلکہ رکھو تو اچھی طرح رکھو (اور) رکھنے کی صورت میں زمانہ ماضی میں جو کچھ ناگوار معاملات ان سے کئے گئے (اگر) ان معاملات کی فی الحال (اصلاح کرلو اور) آئندہ زمانہ میں ایسے معاملات سے (احتیاط رکھو تو) وہ گذشتہ امور معاف کردیئے جائیں گے کیونکہ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی) مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں) چونکہ حقوق العباد سے متعلق گناہوں کی اصلاح ان بندوں کے معاف کرنے سے ہوتی ہے لہذا اصلاح میں یہ معافی بھی شامل ہے۔ تو اس کے وقوع کے بعد توبہ شرعاً صحیح ہوگئی اس لئے مقبول ہوگئی۔

(اور اگر دونوں میاں بیوی) میں کسی طرح بھی موافقت نہ ہوئی اور دونوں (جدا ہوجائیں) یعنی خلع یا طلاق ہوجائے (تو) کوئی ان میں سے خواہ مرد اگر اس کی زیادتی ہے یا عورت اگر اس کی کوتاہی ہے یوں نہ سمجھے کہ میرے بغیر اس دوسرے کا کام ہی نہ چلے گا کیونکہ (اللہ تعالیٰ اپنی وسعت) قدرت (سے) دونوں میں سے (ہر ایک کو) دوسرے سے (بے احتیاج کردے گا) یعنی ہر ایک کا مقدر کام دوسرے کے بغیر چل جائے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت (والے اور بڑی حکمت والے ہیں) ہر ایک کے لئے مناسب رستہ نکال دیتے ہیں۔

ربط: یہاں تک مختلف احکام کا ذکر ہوا آگے ان احکام کی بجا آوری کی تاکید کا خاص اہتمام فرماتے

ہیں کہ پہلے موافقت کرنے کا حکم دیا اِتَّقُوا اللّٰهَ میں اور اس کی آسانی کے لئے اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ کو یاد دلایا پھر اِنْ تَكْفُرُوْا میں مخالفت سے روکا پھر غیر اللہ کا اندیشہ جو بعض احکام میں کوتاہی کا سبب ہوتا ہے اس کو كَفٰى بِاللّٰهِ وَ كِيْلًا کہہ کر دل سے دور کیا اور ان تینوں پر اپنے مالک سماوات وارض ہونے سے استدلال کیا کیونکہ ایسے مالک کی موافقت واجب ہے مخالفت حرام ہے اور اس پر بھروسہ واعتماد بھی کرنا بھی واجب ہے۔ پھر دین کی خدمت کو غنیمت سمجھنا احسان کی صورت میں اِنْ يَشَـا میں ارشاد فرمایا تاکہ اس خوف سے کہ کہیں یہ کام دوسرے سے نہ لے لیا جائے تیزی دکھائیں گے۔ پھر دین کا اصل ثمرہ آخرت میں مَنْ كَـانَ يُـرِيْدُ میں ارشاد فرمایا کیونکہ بعض اوقات دنیا میں ثمرہ نہ ملنے سے بھی احکام میں سستی ہو جاتی ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿١٣١﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿١٣٣﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿١٣٤﴾ ع

ترجمہ: اور اللہ کے لئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔ اور واقعی ہم نے حکم دیا ان لوگوں کو جو دیئے گئے کتاب تم سے پہلے اور تم کو بھی کہ ڈرتے رہو اللہ سے اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک اللہ کے لئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور ہے اللہ غیر محتاج، سب خوبیوں والا۔ اور اللہ کے لئے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور کافی ہے اللہ کارساز۔ اگر چاہتا تو فنا کر دیتا تم سب کو اے لوگو اور لے آتا دوسرے لوگوں کو، اور ہے اللہ اس پر قدرت والا۔ جو کوئی چاہتا ہے ثواب دنیا کا تو اللہ کے پاس ہے ثواب دنیا کا اور آخرت کا اور ہے اللہ سب کچھ سننے والا دیکھنے والا۔

تفسیر: (اور اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں) تو ایسے مالک کے احکام کا ماننا بہت ہی ضروری ہے (اور) احکام کی بجا آوری کا خطاب خاص تم ہی کو نہیں ہوا بلکہ ان کا (واقعی ہم نے ان لوگوں کو بھی حکم دیا تھا جن کو تم سے پہلے کتاب) آسمانی یعنی تو رایت، انجیل (ملی تھی اور تم کو بھی) حکم دیا ہے (کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو) جس کو تقویٰ کہتے ہیں، جس میں تمام احکام کی موافقت داخل ہے، اسی لئے اس سورت کو تقویٰ سے شروع کر کے اس کی تفصیل میں مختلف احکام لائے ہیں (اور) یہ بھی ان کو اور تم کو سنایا گیا کہ (اگر تم ناشکری کرو گے) یعنی احکام الہیہ کی مخالفت کرو گے (تو) خدا تعالیٰ کا کوئی ضرر نہیں ہاں تمہارا ہی ضرر ہے کیونکہ (اللہ تعالیٰ کی) تو (ملک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں) ایسے بڑے سلطان کا کیا ضرر ہوگا، البتہ ایسے بڑے سلطان کی مخالفت بلاشک مضر ہے (اور اللہ تعالیٰ کسی) کی اطاعت (کے حاجت مند نہیں) اور (خود اپنی ذات میں محمود و کامل الصفات ہیں) پس کسی کی مخالفت سے ان کی صفات میں کوئی نقص لازم نہیں آتا (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں جو چیزیں کہ آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں کہ زمین میں ہیں اور) جب وہ ایسے قادر و مختار ہیں تو اپنے اطاعت گزار بندوں کے لئے (اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں) پس ان کی کار سازی کے ہوتے ہوئے ان کے فرمانبرداروں کو کون ضرر پہنچا سکتا ہے، لہٰذا کسی سے ڈرنا نہ چاہئے۔ اور اللہ تعالیٰ جو تم کو دین کے کام بتا رہے ہیں تو تمہاری ہی سعادت کے لئے ورنہ وہ دوسروں سے بھی کام لے سکتے ہیں، کیونکہ ان کی ایسی قدرت ہے کہ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اے لوگو تم سب کو فنا کر دیتا اور دوسروں کو موجود کر دیتا) اور ان سے کام لے لیتا، جیسا دوسری آیت میں ہے۔ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ) یعنی اگر تم پھر جاؤ گے تو اللہ تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئیں گے، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے (اور اللہ اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں) پھر ایسا جو نہیں کیا تو ان کی عنایت ہے، اطاعت حکم کو غنیمت سمجھ کر سعادت حاصل کرو اور دیکھو دین کے کام کا اصلی ثمرہ آخرت میں ہے دنیا میں نہ ملنے سے بد دل نہ ہونا بلکہ (جو شخص) دین کے کام میں (دنیا کا معاوضہ چاہتا ہو تو) وہ بڑی غلطی میں ہے کیونکہ (اللہ تعالیٰ کے پاس) یعنی ان کی قدرت میں (تو دنیا اور آخرت دونوں کا معاوضہ) موجود (ہے) جب ادنیٰ اعلیٰ دونوں پر ان کی قدرت ہے تو اعلیٰ ہی چیز کیوں نہ مانگی جائے (اور اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں) سب کے اقوال اور درخواستوں کو دنیا کی ہوں یا دین کی سنتے ہیں، اور سب کی نیتوں کو دیکھتے ہیں، پس طالبان آخرت کو ثواب دیں گے اور طالبان دنیا کو آخرت میں محروم رکھیں گے، پس آخرت ہی کی نیت اور درخواست کرنی چاہئے، البتہ دنیا کی حاجت مستقل طور پر مانگنے میں مضائقہ نہیں، لیکن عبادت میں یہ قصد نہ کرے۔

حکم 38: عدل کی رعایت کرنا ضروری ہے اور اسی طرح جو معاملہ کی حقیقت پر مطلع ہیں ان کو شہادت میں اظہار حق کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ
وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا
أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا ۚ
وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٣٥﴾

ترجمہ: اے ایمان والوں ہو جاؤ خوب قائم رہنے والے انصاف پر گواہی دینے والے اللہ (کی رضا) کے لئے اگرچہ خلاف ہو تمہارے اپنے یا ماں باپ کے یا قرابت والوں کے۔ اگر ہے وہ شخص مالدار یا محتاج تو اللہ کو زیادہ تعلق دونوں سے ہے تو نہ پیروی کرو تم دل کی خواہش کی کہ (مبادا حق سے) ہٹ جاؤ، اور اگر تم کج زبانی کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو اللہ ہے اس سے جو تم کرتے ہو باخبر۔

تفسیر: (اے ایمان والو) تمام معاملات میں خواہ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی سے متعلق ہوں یا مقدمات کے فیصلے ہوں ان سب میں (انصاف پر خوب قائم رہنے والے) اور اقرار یا شہادت کی نوبت آئے تو (اللہ) کی خوشنودی (کے لئے) سچی (گواہی) اور اظہار (دینے والے رہو، اگرچہ) وہ گواہی اور اظہار (اپنی ہی ذات کے خلاف ہو) جس کو اقرار کہتے ہیں (یا کہ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے مقابل ہو)۔ اور گواہی کے وقت یہ خیال نہ کرو کہ جس کے مقابلہ میں ہم گواہی دے رہے ہیں یہ امیر ہے اس کو نفع پہنچانا چاہئے تاکہ اس سے بے مروتی نہ ہو، یا کہ یہ غریب ہے اس کا کیسے نقصان کر دیں، تم گواہی دینے میں کسی کی امیری غریبی یا نفع ونقصان کو نہ دیکھو، کیونکہ (وہ شخص) جس کے خلاف گواہی دینی پڑے گی (اگر امیر ہے تب بھی، غریب ہے تب بھی دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے) اتنا تعلق تم کو نہیں، کیونکہ تمہارا تعلق جس قدر ہے وہ بھی انہی کا دیا ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا جو تعلق ہے وہ تمہارا دیا ہوا نہیں، پھر جب قوی تعلق کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی مصلحت اسی میں رکھی ہے کہ گواہی میں حق بات کہی جائے خواہ اس سے وقتی طور پر کچھ نقصان بھی پہنچ جائے تو تم ضعیف تعلق کے باوجود اپنی شہادت میں ان کی ایک عارضی مصلحت کا کیوں خیال کرتے ہو (سوتم) اس شہادت میں

www.askfatwa.com

(خواہش نفس کا اتباع مت کرنا کہ کہیں تم حق سے ہٹ جاؤ، اور اگر تم کج بیانی کرو گے) یعنی غلط گواہی دو گے (یا پہلو تہی کرو گے) یعنی شہادت کو ٹالو گے (تو) یاد رکھنا (بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں)۔

حکم 39: ایمان وکفر

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي
نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ
يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ
ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١٣٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ
آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ
وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ﴿١٣٧﴾ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا
أَلِيمًا ﴿١٣٨﴾ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ
أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ﴿١٣٩﴾

ترجمہ: اے ایمان والو یقین رکھو اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے نازل کی اپنے رسول پر اور ان کتابوں پر جو نازل کی تھیں پہلے۔ اور جو کوئی انکار کرے اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور قیامت کے دن کا وہ گمراہ ہو گیا دور کی گمراہی میں۔ بے شک جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر بڑھتے رہے کفر میں تو نہیں ہے اللہ کہ بخشے ان کو اور نہیں ہے کہ دکھائے ان کو راہ۔ خوش خبری سنا دے منافقوں کو کہ ان کے واسطے ہے عذاب دردناک۔ وہ جو بناتے ہیں کافروں کو دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا ڈھونڈتے ہیں ان کے پاس عزت، سو عزت تو اللہ ہی کے واسطے ہے ساری،

تفسیر: (اے ایمان والو) یعنی جو مجملاً ایمان لا کر مومنین کے زمرہ میں داخل ہو چکے ہو (تم) ضروری عقائد کی تفصیل سن لو کہ (اعتقاد رکھو اللہ) کی ذات وصفات (پر اور اس کے رسول) محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کی رسالت (پر اور اس کتاب) کے حق ہونے (پر جو اس نے) یعنی اللہ تعالی نے (اپنے رسول) محمد صلی اللہ علیہ وسلم (پر نازل فرمائی اور ان کتابوں) کے حق ہونے (پر) بھی (جو کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (پہلے) اور نبیوں پر (نازل ہو چکی ہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کتب سابقہ پر ایمان لانے میں ملائکہ اور باقی انبیاء علیہم السلام اور یوم قیامت پر ایمان رکھنا بھی داخل ہو گیا (اور جو شخص اللہ) کی ذات یا صفات (کا انکار کرے اور) اسی طرح جو (اس کے فرشتوں کا) انکار کرے (اور) اس طرح جو قرآن سمیت (اس کی کتابوں کا) انکار کرے (اور) اسی طرح جو (اس کے رسولوں کا) جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں انکار کرے (اور) اسی طرح جو (روز قیامت کا) انکار کرے (تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا۔ بلاشبہ جو لوگ) پہلے تو (مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے) اور اس بار بھی اسلام پر قائم نہ رہے ورنہ پہلا ارتداد معاف ہو جاتا بلکہ (پھر کافر ہو گئے) جیسا کہ بعض لوگوں نے ایسا کیا (پھر) مسلمان ہی نہ ہوئے ورنہ پھر بھی ایمان مقبول ہو جاتا بلکہ (کفر میں بڑھتے چلے گئے) یعنی کفر پر دم مرگ تک ثابت اور دائم رہے (اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہرگز نہ بخشیں گے اور نہ ان کو) منزل مقصود یعنی بہشت کا (راستہ دکھائیں گے) کیونکہ مغفرت اور جنت کے لئے موت تک مومن رہنا شرط ہے۔

(منافقین کو خوش خبری سنا دیجئے اس بات کی کہ ان کے واسطے) آخرت میں (بڑی دردناک سزا تجویز کی گئی ہے، جن کی یہ حالت ہے کہ) عقائد تو اہل ایمان کے نہ رکھتے تھے مگر وضع اور طور طریقہ بھی اہل ایمان کا نہ رکھ سکے چنانچہ (کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر۔ کیا وہ ان کے پاس) جا کر (عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں سو) خوب سمجھ لو کہ (عزت تو ساری خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے) وہ جس کو چاہیں دیں۔ پس اگر خدا تعالیٰ ان کو یا جن سے جا جا کر دوستی کرتے ہیں ان کو عزت نہ دیں تو کہاں سے معزز بن جائیں گے۔

فائدہ: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جلد ہی مسلمانوں کے ہاتھوں سب کو ذلیل وخوار کر دیا۔ منافقین کا کفار سے ملنا اس غرض سے تھا کہ مسلمانوں کے اس طرح غالب آنے کی ان کو توقع نہ تھی اور یہ سوچتے تھے کہ ہمیشہ تو ان یہود یا مشرکین کے ساتھ رہنا ہو گا اس لئے ان سے کیوں بگاڑ کیا جائے۔

ضمنا منافقوں کی قباحتوں کو ذکر کرتے ہیں

کیونکہ یہ معصیت میں مبتلا ہونے کا زیادہ بڑا سبب ہے۔ اور ساتھ ساتھ منافقین کی قباحتوں کو بھی ظاہر کرتے جاتے ہیں جس سے مقصود کی تاکید ہوتی ہے۔

www.askfatwa.com

وَقَدْ نَزَّلَ

عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ
بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ
اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ
جَمِيْعَا ۙ﴿۱۴۰﴾ اِۨلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ
قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ
نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾

ترجمہ: اور اتار چکا ہے تم پر قرآن میں کہ جب تم سنو اللہ کے احکام کہ انکار کیا جاتا ہے ان کا اور ہنسی اڑائی جاتی ہے ان کی تو نہ بیٹھو ان کے ساتھ یہاں تک کہ مشغول ہوں کسی (دوسری) بات میں اس کے علاوہ (ورنہ تو) تم بھی اس حالت میں ان کی مثل ہو جاؤ گے۔ بے شک اللہ اکٹھا کرنے والا ہے منافقوں کو اور کافروں کو دوزخ میں سب کو، وہ منافق جو منتظر رہتے ہیں تم پر، پھر اگر ہو تمہیں فتح اللہ کی جانب سے تو کہتے ہیں کیا نہ تھے ہم تمہارے ساتھ اور اگر ہو کافروں کے لئے کوئی حصہ تو کہتے ہیں کیا نہ غالب آگئے تھے ہم تم پر اور کیا نہیں بچایا ہم نے تم کو مسلمانوں سے، سو اللہ فیصلہ کرے گا تمہارے درمیان قیامت کے دن اور ہرگز نہ کرے گا اللہ کافروں کیلئے مسلمانوں پر غلبہ،

تفسیر: (اور) اے مسلمانو! دیکھو تم منافقین کی طرح کفار کے ساتھ خصوصی تعلق مت رکھنا خاص کر جس وقت وہ کفریات کا تذکرہ کرتے ہوں، چنانچہ اس مدنی سورت کے قبل بھی (اللہ تعالیٰ تمہارے پاس یہ فرمان) سورہ انعام میں جو مکی ہے (بھیج چکا ہے) جس کا حاصل یہ ہے (کہ جب) کسی مجمع میں (احکام الٰہی کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کریں) اور یہ مضمون اس آیت کا حاصل ہے وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ الخ (اور جب تم دیکھو ان لوگوں کو جو جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو تم ان سے اعراض کرو یہاں تک

کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں۔ (سورہ انعام: 68)

سو یہ استہزاء کرنے والے مکہ میں مشرکین تھے اور مدینہ میں یہود تو علانیہ اور منافقین صرف غریب اور ضعیف مسلمانوں کے روبرو۔ پس جس طرح وہاں مشرکین کی ہم نشینی ایسے وقت میں ممنوع تھی یہاں یہود اور منافقین کی ہم نشینی سے ممانعت ہے اور یہ ممانعت ہم اس لئے کرتے ہیں (کہ اس حالت میں تم بھی) گناہ میں (انہی جیسے ہو جاؤ گے) گو دونوں کی نوعیت میں فرق ہو کہ ان کا گناہ کفر کا ہوگا اور تمہارا فسق کا ہوگا۔ اور ہم نشینی کی ممانعت میں کفار اور منافقین سب برابر ہیں کیونکہ اس کی علت کفر کی باتوں کا تذکرہ ہے جس کا منشاء کفر ہے، اور اس میں دونوں برابر ہیں، چنانچہ سزائے کفر یعنی دوزخ کا ایندھن ہونے میں بھی دونوں برابر ہوں گے، کیونکہ (یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں کو اور کافروں کو سب کو وزخ میں جمع کر دیں گے) اور (وہ) منافقین (ایسے ہیں کہ تم پر) افتاد پڑنے کے (منتظر) اور آرزومند (رہتے ہیں پھر) ان کے اس انتظار کے بعد (اگر تمہاری فتح منجانب اللہ ہوگئی تو) تم سے آکر (باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ) جہاد میں شریک (نہ تھے) کیونکہ نام ونمود کے لئے تو مسلمانوں میں گھسے ہی رہتے تھے ان کی بات کا مطلب یہ کہ ہم کو بھی غنیمت کا حصہ دو (اور اگر کافروں کو) غلبہ کا (کچھ حصہ مل گیا،) یعنی وہ اتفاق سے غالب آئے (تو) ان سے جا کر (باتیں بناتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے) مگر ہم نے قصداً تمہیں غالب کرنے کے لئے مسلمانوں کی مدد نہ کی اور ایسی تدبیر کی کہ لڑائی بگڑ گئی (اور کیا ہم نے) جب تم مغلوب ہونے لگے تھے (تم کو مسلمانوں سے بچا نہیں لیا) اس طرح کہ ان کی مدد نہ کی، اور تدبیر سے لڑائی بگاڑ دی، مطلب یہ کہ ہمارا احسان مانو اور جو کچھ تمہارے ہاتھ آیا ہے ہم کو بھی کچھ حصہ دلواؤ، غرض دونوں طرف سے ہاتھ مارتے ہیں (سو) دنیا میں گو اظہار اسلام کی برکت سے مسلمانوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن (اللہ تعالیٰ تمہارا اور ان کا قیامت میں) عملی (فیصلہ فرما دیں گے اور) اس فیصلہ میں (ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب نہ فرمائیں گے) بلکہ کفار مجرم قرار پا کر دوزخ میں جائیں گے، اور مسلمان اہل حق ثابت ہو کر جنت میں جائیں گے اور عملی فیصلہ یہی ہے۔

فائدہ: 1۔ اس کو فیصلہ فرمایا حالانکہ فیصلہ اختلاف کی صورت میں ہوتا ہے تو وہ اختلاف اگرچہ نفاق کی وجہ سے گفتگو میں کم آتا تھا لیکن عقائد و مسلک تو مختلف تھے اور وہ اس مسلک پر اس لئے نازاں تھے کہ دنیا میں بھی امن ہے اور آخرت میں بھی نجات ہوگی۔ تو فرمایا کہ اس کا عملی فیصلہ وہاں ہو جائے گا۔ اور عملی کی قید اس لئے ہے کہ حق و باطل کے دلائل تو یہاں دنیا میں بھی واضح ہیں۔

2۔ اہل باطل کے ساتھ ہم نشینی کی چند صورتیں ہیں (i) ان کے کفر پر رضا کے ساتھ ہو یہ کفر ہے

www.askfatwa.com

(ii) ان کے اظہار کفریات کے وقت کراہت کے ساتھ مگر بلا عذر ہو یہ فسق ہے (iii) کسی دنیوی ضرورت کے لئے ہو یہ مباح ہے (iv) دینی احکام کی تبلیغ کے لئے ہو یہ عبادت ہے (v) اضطرار و بے اختیاری کے ساتھ ہو اس میں معذور ہے۔

ربط: آگے بھی منافقین کی قباحتوں کے ذکر کا تتمہ ہے۔

إِنَّ الْمُنٰفِقِينَ يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَإِذَا قَامُوٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَن يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ : بے شک منافق چال بازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ وہی چال چلنے والا ہے ان سے اور جب کھڑے ہوتے ہیں نماز کے لئے تو کھڑے ہوتے ہیں کاہلی سے، دکھاتے ہیں لوگوں کو اور نہیں یاد کرتے اللہ کو مگر تھوڑا سا، لٹکے ہوئے ہیں دونوں کے درمیان نہ ان کی طرف اور نہ ان کی طرف اور جس کو گمراہ کر دے اللہ تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کے واسطے کوئی راہ۔

تفسیر: (بلاشبہ منافق لوگ) اظہار ایمان میں (چالبازی کرتے ہیں اللہ سے)۔ ہوسکتا ہے کہ ان کا واقعی ارادہ اللہ کے ساتھ چالبازی کرنے کا نہ ہو، مگر ان کی یہ کارروائی اسی کے مشابہ ہے کہ جیسے یہی ارادہ ہو (حالانکہ اللہ تعالیٰ) سے ان کی چالبازی پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور اللہ تعالیٰ (اس چال کی سزا ان کو دینے والے ہیں۔ اور) چونکہ منافقوں دل میں ایمان تو ہے نہیں اور اس کی وجہ سے نہ نماز کو فرض سمجھیں نہ اس میں ثواب کا اعتقاد رکھیں اس لئے (جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں) کیونکہ نشاط تو اعتقاد اور امید سے پیدا ہوتا ہے اور وہ ان میں نہیں ہے (صرف آدمیوں کو) اپنا نمازی ہونا (دکھاتے ہیں) تاکہ لوگ ان کو مسلمان سمجھیں (اور) چونکہ محض نماز کا نام ہی کرنا ہے اس لئے اس نماز میں (اللہ تعالیٰ کا ذکر) زبانی (نہیں کرتے مگر بہت ہی مختصر) یعنی محض صورت نماز کی بنا لیتے ہیں، جس میں نماز کا نام ہو جائے، اور عجب نہیں کہ اٹھنا بیٹھنا ہی ہوتا ہو، کیونکہ جہر کی ضرورت تو بعض نمازوں میں امام کو ہوتی ہے امامت تو ان کو کہاں نصیب ہوتی، مقتدی ہونے کی حالت میں اگر کوئی بالکل نہ پڑھے فقط لب ہلاتا رہے تو کسی کو کیا خبر ہو تو ایسے بداعتقادوں سے کیا بعید ہے کہ زبان بھی نہ ہلتی ہو (معلق ہو رہے ہیں دونوں کے) یعنی کفار و مسلمانوں کے (درمیان میں نہ)

www.askfatwa.com

پورے (ادھر کے لوگوں کی طرف نہ) پورے (ادھر کے لوگوں کی طرف) کیونکہ ظاہر میں مومن ہیں تو کفار سے الگ ہیں اور دل میں کافر ہیں تو مسلمانوں سے الگ ہیں (اور جس کو خدا تعالیٰ گمراہی میں ڈال دیں) جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ بندہ جب کسی فعل کو کرنے کا عزم کرتا ہے اور اس کی طرف اپنی قوت کو متوجہ کرتا ہے (تو) اللہ تعالیٰ اس وقت اس فعل کو پیدا کر دیتے ہیں پھر (ایسے شخص کے) مومن ہونے کے (لئے کوئی سبیل نہ پاؤ گے) مطلب یہ کہ ان منافقوں کے راہ پر آنے کی امید مت رکھو،

فائدہ: جس مستی و کسل کی یہاں مذمت ہے وہ اعتقادی کسل ہے یعنی اللہ و رسول پر صحیح ایمان نہ رکھتے ہوئے اور نماز کی فرضیت کا عقیدہ نہ رکھتے ہوئے جو کسل ظاہر کیا جائے۔ اور صحیح ایمان و اعتقاد کے باوجود جو کسل ہو وہ اس سے مختلف ہے اور وہ اگر کسی عذر سے ہو جیسے مرض اور تھکان اور نیند کے غلبہ سے ہو تب تو قابل ملامت بھی نہیں اور بلا عذر ہو تو قابل ملامت ہے۔

حکم 40: کافروں سے دوستی رکھنا جائز نہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ﴿١٤٤﴾

ترجمہ: اے ایمان والو نہ بناؤ کافروں کو دوست، مسلمانوں کو چھوڑ کر۔ کیا تم چاہتے ہو کہ کر و اللہ کے لئے اپنے خلاف حجت صریح

تفسیر: (اے ایمان والو تم مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو) خواہ منافق ہوں خواہ اعلانیہ کافر ہوں (دوست مت بناؤ) کیونکہ تم کو ان کے کفر و عداوت کی حالت معلوم ہو چکی ہے (کیا تم) ان سے دوستی کر کے (یوں چاہتے ہو کہ اپنے اوپر) یعنی اپنے مجرم و مستحق عذاب ہونے پر (اللہ تعالیٰ کی صریح حجت قائم کر لو) جو یہ ہے کہ ہم نے جب منع کر دیا تھا پھر کیوں کیا۔

ربط: پہلے منافقین کی قباحتیں کا ذکر ہو چکیں آگے ان کی سزا کو بیان کیا جاتا ہے اور چونکہ سزا کے بیان کا اثر فی نفسہ یہ ہے کہ سلیم المزاج آدمی کو خوف پیدا ہو جاتا ہے جو توبہ کا سبب بن جاتا ہے اس لئے سزا سے توبہ کرنے والوں کا استثناء اور ان کی جزائے نیک کا بیان بھی فرمایا۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ

فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴿١٤٥﴾ إِلَّا الَّذِينَ

www.ask...com

تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ
مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا
يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

ترجمہ: بے شک منافق ہوں گے سب سے نچلے درجے میں دوزخ کے اور ہرگز نہیں تو پائے گا ان کے لئے کوئی مددگار مگر جو لوگ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں اور مضبوط پکڑیں اللہ کو اور خالص کریں اپنے دین کو اللہ کے لئے سو وہ ہیں ایمان والوں کے ساتھ، اور جلد دے گا اللہ ایمان والوں کو بڑا اجر۔ کیا کرے گا اللہ عذاب کر کے تم کو اگر تم شکر گزاری کرو اور ایمان لے آؤ۔ اور ہے اللہ قدر دان سب کچھ جاننے والا۔

تفسیر: (بلا شبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے) اور اے مخاطب (تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا) جو ان کو اس سزا سے بچا سکے (لیکن) ان میں سے (جو لوگ) نفاق سے (توبہ کرلیں اور) مسلمانوں کے ساتھ جو تکلیف دہ معاملات کرتے تھے ان کی (اصلاح کرلیں) اور پھر ایسی باتیں نہ کریں (اور) کفار سے ان کی پناہ حاصل کرنے کے لئے دوستی کرتے ہیں اس کو چھوڑ کر (اللہ تعالیٰ پر وثوق) اور توکل (رکھیں اور) ریاء کو چھوڑ کر (اپنے دین) کے اعمال (کو خالص اللہ) ہی کی رضا (کے لئے کیا کریں) غرض اپنے عقائد کی، معاملات کی، اخلاق باطنی کی، اعمال کی، سب کی درستی کرلیں (تو یہ) تائب (لوگ) ان (مومنین کے ساتھ) درجات جنت میں (ہوں گے) جو کہ پہلے سے کامل ایمان رکھتے ہیں (اور) ان (مومنین کو اللہ تعالیٰ) آخرت میں (اجر عظیم عطا فرمائیں گے) پس جب یہ مومنین کے ساتھ ہوں گے تو ان کو بھی اجر عظیم ملے گا۔ اور اے منافقو (اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے کر کیا کریں گے اگر تم) ان کی نعمتوں کی جو تم پر ہیں (سپاس گزاری کرو اور) اس سپاس گزاری کا ہمارا پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ تم (ایمان لے آؤ) یعنی خدا تعالیٰ کا کوئی کام اٹکا نہیں پڑا جو تم کو سزا دینے سے چل جائے صرف تمہارا کفر جو اشد درجہ کا کفران نعمت ہے سبب ہے تمہاری سزا کا اگر اس کو چھوڑ دو تو پھر رحمت ہی رحمت ہے (اور اللہ تعالیٰ) تو خدمت کی (بڑی قدر کرنے والے) اور خدمت گزاری کے خلوص وغیرہ کو (خوب جاننے والے ہیں) پس جو شخص اطاعت و اخلاص سے رہے اس کو بہت کچھ دیتے ہیں۔

www.askfatwa.com